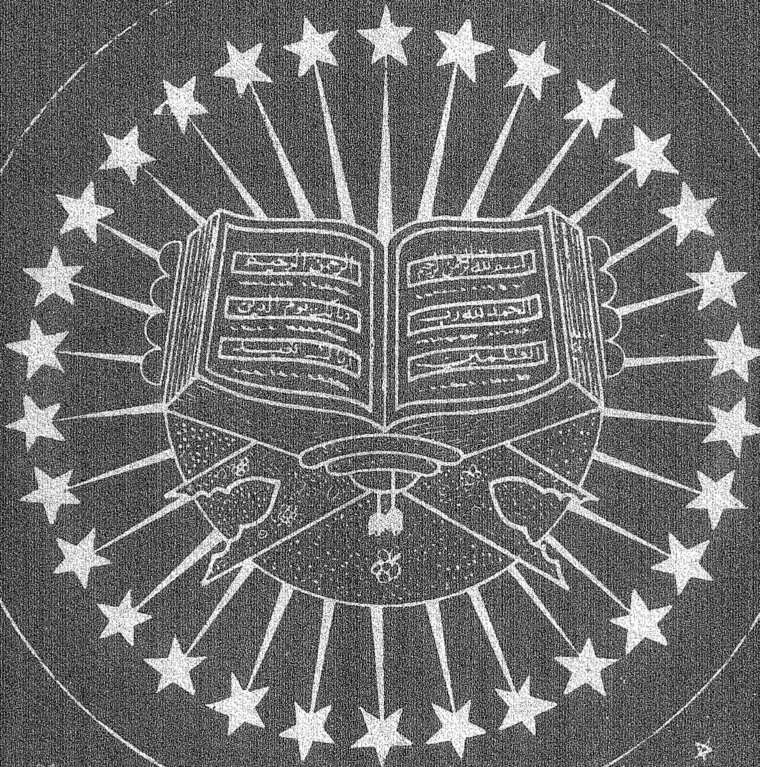
ہفت روزہ

خدام الدین

لاہور



بانی ادارہ شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

صلح کرانا

عَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَلَا اُخْبِرُکُمْ بِاَفْضَلَ مِنْ دَرَجَةِ الصِّیَامِ وَالصَّدَقَةِ وَالصَّلٰوةِ قَالُوْا بَلٰی ۔ قَالَ اِصْلَاحُ ذَاتِ الْبَیْنِ وَفَسَادُ ذَاتِ الْبَیْنِ هِیَ الْحَالِقَةُ ۔

ترجمہ : حضرت ابوالدرداءؓ سے روایت ہے کہتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کیا تمہیں ایک ایسی چیز نہ بتا دوں جس کا درجہ ، روزہ ، صدقہ اور نماز کے درجہ سے بڑھا ہوا ہو۔ حضرت ابو درداءؓ کہتے ہیں۔ لوگوں نے عرض کیا ضرور بتائیے۔ فرمایا وہ ہے آپس کی لڑائی میں صلح کرا دینا۔ اور اس کے برعکس آپس کا لڑائی جھگڑا ساری بھلائیوں کو مٹا دیتا ہے۔

کون نہیں جانتا کہ اللہ کے لیے روزہ رکھنا خیرات کرنا اور نماز پڑھنا بہت اچھی اور ضروری باتیں ہیں بلکہ فرائض میں شامل ہیں لیکن جب ان کی عادت ہو جائے تو پھر ان کا کرنا زیادہ مشکل نہیں رہتا۔ برخلاف اس کے کہ دو لڑنے جھگڑتے آدمیوں میں صلح کرا دینا ایک مشکل کام ہے۔ اور جب بھی کوئی صلح کرانے اٹھے گا۔ اسے نئی مشکلات کا سامنا ہوگا اور جو یہ کام خالص اللہ کے لیے کرے گا اور اس کی کوئی اپنی غرض اس میں شامل نہ ہوگی اسے اور بھی زیادہ محنت کرنی پڑے گی۔

ظاہر بات ہے کہ دو لڑنے والوں کے باہم ملانے کے لیے ساری خرابیوں کی جڑ کاٹنا ہوگی۔ اس لیے حدیث میں اس کام کے کرنے کی زیادہ تاکید کی گئی ہے۔ جس کام میں اللہ کے لیے کسی قسم کی محنت کرنی پڑے اس کام میں ثواب بھی زیادہ ہے۔ نماز ، روزہ خیر خیرات میں سے بھی وہی عمل زیادہ ثواب کا ہے جس کے کرنے کے لیے زیادہ ہمت اور محنت درکار ہے۔ صلح کرانے کا کام تو ہمت اور محنت سے بمشکل ہی خالی ہوتا ہے۔ اس لیے اس میں دوسرے نیک کاموں کی نسبت زیادہ ثواب ہے جنہیں کرنے کی عادت ہو جائے۔

حدیث کا مطلب صاف ہے۔ ذات البین باہمی تعلقات کو کہتے ہیں۔ ارشاد ہے کہ آپس کے تعلقات کا سنوارنا نفلی عبادات سے بھی زیادہ کارِ خیر ہے۔ کیونکہ باہمی تعلقات کا بگڑ جانا تو بھلائیوں اور نیکیوں کو اس طرح جڑ سے کاٹ دیتا ہے جیسے استرا بالوں کو صاف کر دیتا ہے۔

ایسے ارشادات قرآن و حدیث میں بہت سے ملتے ہیں۔ جن میں مسلمانوں کو آپس میں لڑنے سے روکا گیا ہے۔ اس کے بعد بھی اگر مسلمان آپس میں سر پھٹول کریں تو حیرت کا مقام ہے۔

اقوالِ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

● ندامت چار قسم کی ہوتی ہے :۔

۱۔ ندامت ایک دن کی۔ جب کوئی شخص گھر سے کھانا کھائے بغیر چلا جائے۔

۲۔ ندامت سال بھر کی کہ زراعت کا وقت غفلت میں گزر جائے۔

۳۔ ندامت عمر بھر کی ، جب بیوی سے موافقت نہ ہو۔

۴۔ ندامت ابدی ، کہ خدائے برتر ناخوش ہو۔

● طالب دنیا کو علم پڑھانا راہزن کے ہاتھ تلوار فروخت کرنا ہے۔

● جب حلال حرام جمع ہوں تو حرام غالب آتا ہے چاہے وہ تھوڑا سا ہی ہو۔

● عزتِ دنیا مال سے ہے اور عزتِ آخرت اعمال سے ہے۔

● تم نے لوگوں کو کیوں غلام بنا لیا ہے حالانکہ ماؤں نے تو انہیں آزاد جنا تھا۔

(مرسلہ : عبدالواحد بیگ ، ملتان)



بسم اللہ الرحمن الرحیم

جلد ۲۳ شمارہ ۲۱

ہفت روزہ خدام الدین لاہور

۲۷ ذوالحجہ ۱۳۹۷ھ ● ۹ دسمبر ۱۹۷۷ء

رئیس الادارہ: جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ انور ○ رئیس التحریر: حضرت مولانا مفتی محمود ○ مدیر: محمد سعید الرحمٰن علوی

ہماری تاریخ اور اہلِ علم کی ذمہ داریاں

تاریخ ایک ایسا آئینہ ہے جس میں قوموں کا ماضی آسانی سے دیکھا جا سکتا ہے اور یہ معلوم کیا جا سکتا ہے کہ کوئی قوم ماضی میں علم و عمل، ثقافت و معاشرت، تہذیب و تمدن اور سیاست و معیشت کے اعتبار سے کیسی تھی؟ اس کے یہاں اخلاقی قدروں کی کیا حیثیت تھی؟ انفرادی و اجتماعی زندگی میں اس کے افراد کا کیا کردار تھا؟ وغیرہ ذالک۔

اسی نقطۂ نظر سے ہر قوم اپنے تاریخی سرمایہ کو محفوظ کرنے اور اسے بہتر سے بہتر انداز میں مرتب کر کے آنے والی نسلوں تک پہنچانے کے لیے بھرپور کوشش و سعی کرتی ہے۔

مسلمان قوم جو دوسرے فنون کی طرح اس فن کے بھی امام تسلیم کی جاتی ہے اور جس نے پوری دنیا کو علم و تہذیب کی روشنی سے منور کیا۔ اس لحاظ سے انتہائی بدقسمت ہے کہ فن میں دعویٰ امامت کے باوجود وہ سنجیدہ اور ٹھوس کوشش جو اپنے ماضی کو محفوظ کرنے کے لیے ضروری تھی آج تک نہیں ہو سکی۔ نتیجہ واضح ہے کہ اپنے ماضی کے متعلق نسلِ نو اور دوسری اقوام کو وہ مطمئن نہیں کر سکتی۔ بلکہ اغیار ہمارے عظیم المرتبت اسلاف کے متعلق واہی تباہی لکھنے اور پھیلانے میں مشغول رہتے ہیں اور اس کا بنیادی سبب وہی ہے کہ ہم نے سنجیدہ کوششیں نہیں کیں۔

اس میں شک نہیں کہ تاریخ کے نام سے ہمارے یہاں بے پناہ لٹریچر موجود ہے لیکن بقول حضرت شیخ الاسلام مولانا مدنی رح اس کی حیثیت محض رطب و یابس روایات کی ہے اور ستم ظریف لوگ انہی روایات کو روایاتِ متواترہ کا درجہ دے کر دنیا کے سامنے پیش کر کے بدگمانیاں ہی نہیں ضلالت و گمراہی تک پھیلاتے ہیں۔

جناب نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جو اللہ تعالےٰ کی مخلوق میں سب سے زیادہ مکرم و معزز اور اشرف و محترم ہیں ان کی سیرت پاک پر بلاشبہ اتنا کام ہوا کہ باید و شاید؟ اور اس پر ہم جتنا فخر کریں کم ہے۔ آپ کی ذاتِ اقدس اور مختلف پہلوؤں پہ دنیا کی ہر زبان میں لکھا گیا اور بہت کچھ، لیکن سیرت مبارکہ کا ایک پہلو ایسا ہے جس پر آج تک توجہ نہیں دی جا سکی اور وہ ہے آپ کی سیرت سازی کا پہلو۔

ظاہر ہے کہ آپؐ ہی نہیں بلکہ تمام انبیاء علیہم السلام کا بنیادی موضوع بقول فاضل علامہ مولانا سید ابوالحسن ندوی "انسان" ہے۔ انبیاء علیہم السلام انسان پر ہی ساری محنت صرف کرتے

طیار ہونے والے افراد ہی آئندہ چل کر ان کے پیغام کے امین و وارث بنتے ہیں۔

اور بالخصوص حضور نبی کریم علیہ السلام جو خاتم النبیین ہیں اور جن کے بعد کسی نئے نبی کے آنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ان کے پیغام حق و صداقت کی تمام تر ذمہ داری تو بہرحال انہی لوگوں کے سر ہے جنہیں درسگاہ نبوت میں زانوئے تلمذ تہہ کر کے آپ سے کسب فیض کا موقعہ ملا —— ذوالحجہ کے محترم مہینہ میں عرفہ کے تاریخی دن آپ نے اپنے رفقاء اور تلامذہ کو اپنے علوم و معارف کا وارث قرار دے کر اس پیغام ربانی کو آئندہ نسلوں تک پہنچانے کا مامور فرمایا۔ اور اس نسل کی اس طرح تربیت فرمائی کہ ان کے قلوب دنیا کی کدورتوں سے پاک صاف ہو گئے اور ربِّ قدیر نے انہیں "راشد" کے خطاب سے نوازا۔

لیکن اگر تاریخی روایات کو سامنے رکھیں تو صدر اول کی اس محترم و مقدس جماعت سے ہی بنیاد غلط ہو جاتی ہے اور تاریخ ان اعاظم رجال کو اس حیثیت سے ہمارے سامنے پیش کرتی ہے کہ آج چودھویں صدی کے اختتامی دور کے مسلمان اور ان میں بظاہر کوئی فرق نظر نہیں آتا اور جب تاریخ کا آسمان ہدایت کے ان ستاروں کے متعلق یہ حال ہے تو مابعد کے اطوار کے متعلق اچھائی اور بھلائی کا سوچنا ہی عبث و فضول ہے؟

ہم سمجھتے ہیں کہ ہمارے مؤرخین نے (اللہ تعالیٰ ان کی لغزشوں کو معاف فرمائے) تاریخی روایات کے اکٹھا کرنے میں کوئی معیار سامنے نہیں رکھا۔ اور جو روایت جس ذریعہ سے ان تک پہنچی وہ اسے شامل کتاب کرتے چلے گئے اور اس طرح تاریخ کی ضخیم مجلدات سامنے آگئیں۔ اکثر مؤرخین تو ظاہر و باہر اس طبقہ سے تعلق رکھتے تھے جس کے نزدیک نہ قرآن مکمل ہے اور نہ ہی جماعت صحابہؓ پیغمبر اقدس علیہ السلام کے بعد راہ راست پر رہی۔ تقیہ و منافقت کے مارے ہوئے ان شاطر اور دریدہ دہن لوگوں نے کمال ہوشیاری، یہودیت و مجوسیت کی بربادی کا انتقام لیا اور صدر اول کے مثالی اور معیاری مسلمانوں کے دین و ایمان اور ان کی ثقاہت و عدالت کو مجروح کر کے نسل نو کو ان سے بدظن کر دیا۔ اور پھر ستم بالائے ستم یہ ہے کہ اہل سنت و جماعت کہلانے والے مبلغین و واعظین اور اہل قلم بھی اغیار کے اگلے ہوئے لقموں کو چبانے پر تل گئے اور ان کی مجالس و محافل میں بھی وہی روایات راہ پا گئیں جو غیروں کے گھر میں صبح و شام گونجتی تھیں۔

نتائج آج ہماری آنکھوں کے سامنے ہیں کہ جو اقلیت جری ہو گئی اور ہم بے بس ہو کر رہ گئے، ذہنی پستی اور احساس کمتری کا شکار مسلمان قوم پیغمبر کی ایک بیٹی اور ایک داماد کے تصور میں مبتلا کر دیا گیا، سیدہ عائشہ طاہرہ سلام اللہ علیہا و رضوانہ، جیسی سعید الفطرت، اور مسلمانوں کی قرآنی ماں کی عزت و عفت بازیچۂ اطفال بن گئی اور تعلیمی اداروں میں یار لوگوں نے یہ کافرانہ نظریات ملت کے معصوم نونہالوں کے دماغ میں بٹھانا شروع کر دیے جیسا کہ کراچی کے ایک معروف تعلیمی ادارہ "   " کے متعلق ہمیں معلوم ہوا۔

بہرحال آج فرض عائد ہوتا ہے اہل علم و قلم پر کہ وہ جرأتِ مومنانہ کا مظاہرہ کر کے سامنے آئیں اور قرآن و سنت کی بتائی ہوئی کسوٹی کو معیار بنا کر تاریخی روایات کو کھنگالیں اور اس طرح پے نہیں اگر ساری تاریخ غرق ہو کر رہ جاتی ہے تو پرواہ نہ کریں۔ اور اپنے جلیل المرتبت اسلاف کی چودہ سو سالہ سچی تاریخ لکھ کر اللہ کی مخلوق کے سامنے پیش کریں۔ اور اسے بتلائیں کہ جن کے ہم نام لیوا ہیں وہ کون تھے اور دنیا میں ان کی کامیابی کا کیا راز تھا؟

اگر اس طرف توجہ نہ دی گئی تو بڑے بڑے مفکر فرضی افسانوں کی بنیاد پر صفحات کے صفحات سیاہ کر کے ہمارا روشن ماضی تاریک کر کے رکھ دیں گے اور آئندہ چل کر اس گرد کو صاف کرنا بہت مشکل ہو گا۔

اللہ تعالیٰ ہماری رہنمائی اور ہمیں اس عظیم مقصد کے لیے توفیق مرحمت فرمائیں۔

علی ۱۰/ ذوالحجہ ۹۶ھ بمقام جامعہ اسلامیہ کراچی

جنرل ضیاء الحق صاحب کی توجہ کے لیے

ہمیں جنرل موصوف سے ہمدردی ہے لیکن ہم دیکھ رہے

(باقی ۲۴ پر)



حافظ سید عبدالرشید ندوی

حضرت عثمان ابن عفان رضی اللہ عنہ ۲۴ھ میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بعد اسلام کے تیسرے خلیفہ مقرر ہوئے اور ذوالنورین کے لقب سے اس لیے مشہور ہوئے کہ رسول اللہ علیہ وسلم کی دو صاحبزادیاں حضرت رقیہؓ اور حضرت ام کلثومؓ آپ کے حبالۂ عقد میں آئیں۔ حضرت عثمانؓ کا تعلق قریش کی مشہور شاخ بنو امیہ سے تھا۔ اس لحاظ سے آپ کا سلسلہ نسب پانچویں پشت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے مل جاتا ہے۔ خانوادہ بنی ہاشم کو چھوڑ کر آپ کا خاندان زمانہ جاہلیت سے ہی نہایت مقتدر اور معزز سمجھا جاتا تھا۔ اس لیے قریش کے مشہور فوجی نشان کا عہدہ جو عقاب کے نام سے مشہور تھا آپ ہی کے خاندان میں وراثتاً چلا آرہا تھا۔

حضرت عثمان غنیؓ کے مورثِ اعلیٰ بڑے طنطنے اور رعب داب کے انسان تھے۔ ان کا نام امیہ ابن عبدالشمس تھا۔ ابھی حضرت عثمانؓ کی عمر چونتیس سال کی تھی کہ آفتاب اسلام طلوع ہوا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی ترغیب اور گہرے مراسم کے باعث اسلام کی طرف مائل ہو گئے اور حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر مشرف بہ اسلام ہو گئے۔

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے آپ کے حسنِ اخلاق اور دیانت و مروّت سے خوش ہو کر آپؐ کی منجھلی بیٹی رقیہؓ کا عقد آپ کے ساتھ کر دیا۔ چونکہ آپ کا شغل شروع ہی سے تجارت تھا اس لیے کاروباری سوجھ بوجھ اور محنت و لگن سے ایسے دولت مند ہوئے کہ تمام لوگوں میں غنیؓ کے نام سے پکارے جانے لگے۔

حضرت عثمان غنیؓ کے خاندان والے اسلام اور مسلمانوں کے سب سے بڑے دشمن سمجھے جاتے تھے جس کا سارا غصہ غریب مسلمانوں پر اترتا تھا۔ خود حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے چچا حکم کا شمار اسلام کے سب سے بڑے دشمنوں میں ہوتا تھا۔ جب انہیں معلوم ہوا کہ ان کے بھتیجے مسلمان ہو گئے ہیں تو غصہ سے آگ بگولا ہو گئے۔ اور ایک ستون سے باندھ کر ان کو بے تحاشا مارا۔ ادھر ان کے اثر سے سارا قبیلہ ان کا دشمن ہو گیا مگر اسلام کا جو نشہ چڑھ چکا تھا وہ اب کہاں اترنے والا تھا۔ کچھ دنوں تک تو آپ اپنوں کی سختیاں برداشت کرتے رہے مگر جب دربارِ رسالتؐ سے ہجرت کی اجازت مل گئی تو حضرت عثمانؓ حضرت رقیہؓ کو لے کر حبشہ کی طرف ہجرت کر گئے۔ کچھ دنوں بعد کسی نے مشہور کر دیا کہ مکہ کے کفار مسلمان ہو گئے۔ یہ سن کر آپ حبشہ سے واپس مکہ آ گئے جب کہ بقیہ ساتھی تو دوبارہ حبشہ چلے گئے مگر آپ مکہ ہی میں مقیم رہے مگر کچھ دنوں بعد مدینہ ہجرت کر کے چلے گئے۔

حضرت عثمانؓ دولت مند تو تھے ہی مگر دل کے بہت غنی تھے۔ مدینہ میں میٹھے پانی کا صرف ایک کنواں بئیر رومہ تھا جو ایک یہودی کی ملکیت تھا۔ مسلمان میٹھے پانی کو ترستے تھے۔ حضرت عثمان غنیؓ نے اس کنویں کو ایک روایت کے مطابق ۲۰ ہزار درہم میں خرید کر مسلمانوں کے لیے وقف کر دیا۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو بہت کچھ دے رکھا تھا۔ اس لیے بیت المال سے دوسرے خلفاء کی طرح گذارہ کے لیے ایک حصہ بھی نہیں لیتے تھے۔ مذہبی خدمات میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا یہ احسان ملتِ اسلامیہ کے سر سے یہ احسان کبھی نہیں اتر سکے گا کہ آپ نے سب کو ایک قرآن پر متحد کر دیا۔ ورنہ دیگر مذاہب کی طرح نہ معلوم کیسے کیسے فتنے برپا ہوتے۔ مدینے میں رہتے تو

کوئی غزوہ ایسا نہ تھا جس میں آپ شریک نہ ہوں۔ البتہ غزوۂ بدر میں حضرت رقیہؓ کی علالت کی وجہ سے آپؐ نے ان کی دیکھ بھال کے لیے شرکت سے منع فرما دیا تھا۔ اور فرمایا تھا کہ تم کو اجر و ثواب ضرور ملے گا۔

غزوۂ تبوک کا زمانہ آیا تو مدینہ وغیرہ میں سخت قحط پھیلا ہوا تھا۔ پھر بھی تمام صحابہؓ نے اپنی اپنی بساط کے مطابق اس میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ لیکن حضرت عثمان غنیؓ نے ایک روایت کے مطابق نصف فوج کے اور ایک روایت کے مطابق تہائی فوج کے تمام اخراجات برداشت کیے۔ اس کے علاوہ ایک ہزار اونٹ، ستر گھوڑے اور ایک ہزار نقد اشرفیاں حضورؐ کی خدمت میں سامان رسد کے لیے پیش کیں۔ حضرت عثمانؓ کی اس دریا دلی سے حضورؐ اتنے خوش ہوئے کہ اشرفیوں کو اچھالتے جاتے تھے اور کہتے جاتے تھے کہ آج کے بعد عثمانؓ کو ان کا کوئی عمل نقصان نہیں پہنچا سکتا۔

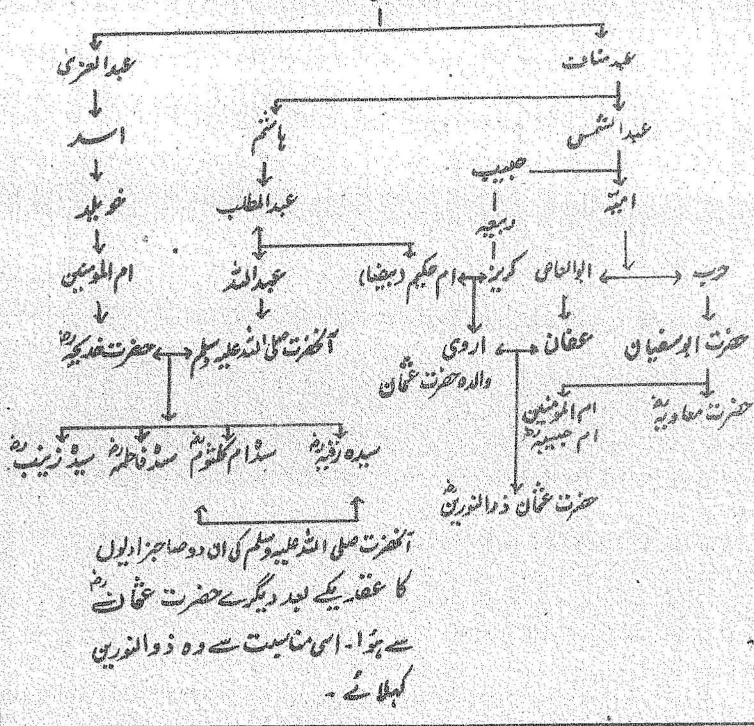
حضرت عثمانؓ بڑے نیک نفس اور بردبار تھے اس لیے عہد صدیقیؓ اور عہدِ فاروقیؓ میں مجلس شوریٰ کے ہمیشہ رکن رہے۔ ان کی اسلامی خدمات اور سبقت فی الاسلام کو دیکھ کر حضرت عمرؓ نے اپنی زندگی کے آخری لمحات میں خلافت کے لیے جن آدمیوں کو نامزد کیا تھا ان میں ان کا نام بھی شامل تھا۔

حضرت عثمانؓ نے ابتدا میں حضرت عمرؓ کے مضبوط اور مستحکم نظام میں کوئی خاص تغیر و تبدل نہیں کیا۔ صرف مغیرہ بن شعبہ کو حضرت عمرؓ کی وصیت کے مطابق کوفہ کی گورنری سے معزول کر کے ان کی جگہ سعد بن ابی وقاص کو مقرر کر دیا۔ اور تمام عہدیداران اور سرداران کے نام احکام و فرامین جاری کر دیے جن میں رعایا پروری کی خصوصی ہدایات جاری کیں۔

غرضیکہ دورِ عثمانی کے پانچ چھ سال نہایت امن و سکون سے گذرے اور فتوحات کی کثرت، مال کی فراوانی، محاصل و خراج میں اضافہ اور زراعت و تجارت کی ترقی نے ملک کو خوش حال اور فارغ البالی سے ہمکنار کر دیا تھا۔

مگر حضرت ابوبکرؓ کے تدبر اور صولتِ فاروقیؓ کے رعب داب کے فقدان اور حضرت عثمانؓ کی حد درجہ نرم مزاجی نے باغیوں کے حوصلے اتنے بلند کر دیے کہ انہوں نے خفیہ سازشوں اور ریشہ دوانیوں کا جال پھیلا دیا۔ جن کو جھوٹی الزام تراشیوں، ذاتی رنجشوں اور رقابتوں نے مزید ہوا دی ان لوگوں کے حوصلے اتنے بلند ہو گئے تھے کہ انہوں نے کھلم کھلا حضرت عثمانؓ سے خلافت سے دست برداری کا مطالبہ کرنا شروع کر دیا تھا۔ اور بصورت دیگر ان کے قتل کے منصوبے بنانے شروع کر دیے۔ مدینہ میں ہر طرف قیامت کا سا شور برپا تھا اور لوگ دم بخود یہ سب کچھ تماشا مجبوراً دیکھ رہے تھے۔

اس سازش اور انقلاب کا سب سے بڑا داعی عبداللہ بن سبا تھا جو بظاہر مسلمان تھا مگر حقیقتاً یہودی منافق تھا۔ اس نے باغیوں کو اکسانے کے لیے مدینہ کے کونے کونے میں بھیجا۔ اور حضرت عثمانؓ کو قتل کرنے



کے لیے خود کوفہ، بصرہ، مصر اور عراق کا دورہ کیا۔ اس بدامنی اور شورش کے خوفناک نتائج سے بہت سے صحابہؓ نے حضرت عثمانؓ کو آگاہ کیا۔ اپنی مدد کا وعدہ اور فوج سے اعانت لینے کا مشورہ دیا۔ مگر حضرت عثمانؓ نے کسی کی بات کو کوئی خاص اہمیت نہ دی۔

ایک روز جب باغیوں نے حضرت عثمانؓ کے گھر کا محاصرہ کر لیا تو حضرت علیؓ، زید بن ثابتؓ اور عبداللہ بن زبیرؓ نے آکر عرض کیا کہ ہم جان نثاروں کی تعداد بھی کافی ہے۔ صرف آپ کی اجازت کی ضرورت ہے ہم ان باغیوں کا قلع قمع کر دیں گے۔

یہ سن کر آپ نے فرمایا۔ خدا کی قسم میں اپنی جان کے لیے مسلمانوں کی خونریزی نہیں ہونے دوں گا۔ حضرت امیر معاویہؓ کو ان نازک حالات کا علم ہوا تو حضرت عثمانؓ کے پاس حاضر ہو کر کہنے لگے۔ کہ آپ ان بغاوتوں اور مخالفتوں کا کب تک مقابلہ کریں گے۔ آپ میرے ساتھ شام چلئے وہاں آپ کا بال بھی بیکا نہ ہوگا۔ حضرت عثمانؓ نے اس کے جواب میں کہا کہ خواہ میرا سر تن سے جدا ہو جائے مگر جوارِ رسولؐ کو چھوڑ کر نہیں جاؤں گا۔ اس پر امیر معاویہؓ نے کہا، کہ میں آپ کی حفاظت کے لیے شام سے فوجیں بھیج دیتا ہوں۔ تو فرمایا۔ میں ہمسائیگان رسولؐ کو فوج کے مصائب میں مبتلا نہ ہونے دوں گا۔ انہوں نے چلتے چلتے پھر کہا۔ سوچ لیجئے مجھے ناگہانی حادثہ کا سخت اندیشہ ہے۔

غرض کہ حضرت عثمانؓ نے اپنی نرم خوئی اور افتادِ طبع کے باعث کسی کی بات نہ سنی اور مشیت ایزدی پر راضی برضا ہو کر نہ خود اپنی حفاظت کا انتظام کیا اور نہ دوسروں کو امداد کے لیے طلب کیا۔ البتہ اپنی بے گناہی اور معذرت خواہی میں باغیوں کے سامنے بار بار تقریریں کرتے رہے۔ لیکن ان ظالموں کے دل پر ان باتوں کا کیا اثر ہونا تھا۔

ایک مرتبہ قصرِ خلافت سے کھڑے ہو کر فرمایا "اے لوگو! تم میرے قتل کے درپے کیوں ہو؟ آخر میں تمہارا والی اور مسلمان بھائی ہوں۔ خدا کی قسم جہاں تک میرے بس میں تھا میں نے ہمیشہ اصلاح کی کوشش کی لیکن بہرحال میں انسان ہوں اس لیے اصابت رائے میں اگر کوئی فروگذاشت ہوئی تو معاف کر دو۔ بخدا اگر تم نے مجھے قتل کر دیا تو یاد رکھو۔ پھر تا قیامت نہ ایک ساتھ تم نماز پڑھ سکو گے اور نہ ایک ساتھ جہاد کر سکو گے"۔

ایک اور موقع پہ فرمایا۔ میں تم کو خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا تم کو معلوم نہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ تشریف لائے تھے تو یہ مسجد بہت تنگ تھی۔ آپؐ نے فرمایا تھا کہ اس زمین کے قطعہ کو کون خرید کر مسلمانوں کے لیے وقف کر سکتا ہے اس کو جنت میں اس سے بہتر جگہ ملے گی۔ اس وقت میں نے ہی حضورؐ کے ارشاد کی تعمیل کی تھی۔ آج تم مجھ کو اس مسجد میں نماز پڑھنے سے روکتے ہو۔

غرض کہ اس قسم کی تمام باتیں باغیوں کے سامنے دہرائیں تاکہ وہ بغاوت اور قتل سے باز آ جائیں۔ وہ لوگ ہر بات کی تصدیق کرتے جاتے تھے اور ساتھ ہی یہ بھی کہتے تھے کہ یا تو آپ خلافت سے دست بردار ہو جائیں ورنہ آپ کو ہم قتل کئے بغیر نہ چھوڑیں گے۔

بے شک موت سے کسی کو فرار نہیں اور مشیتِ ایزدی میں کسی کو دخل نہیں۔ لیکن افسوس اس کا ہے کہ حضرت عثمانؓ جیسے نیک نفس اور فرشتہ سیرت انسان کے ساتھ جو ظالمانہ طریق عمل اور غیر انسانی سلوک مسلمانوں نے روا رکھا۔ اس نے ملی تفریق اور اختلافات کی ایسی بنیاد رکھ دی ہے جس سے ملت کا شیرازہ ہمیشہ کے لیے معرض خطر میں پڑ گیا۔

حضرت عثمانؓ کی ناحق اور مظلومانہ شہادت نے اسلام کی بخشی ہوئی انسانی جان کی ضمانت و حفاظت کو ہی نقصان نہیں پہنچایا بلکہ اسلامی وحدت و اجتماعیت کے تصور کو بھی کاری ضرب لگائی ہے۔

تارکِ نماز

بَیْنَ الْعَبْدِ وَبَیْنَ الْکُفْرِ تَرْکُ الصَّلٰوۃِ ۔ (مسلم)

بندے کو کفر سے ملا دینے والی چیز ترکِ نماز ہے۔

کفر کے نزدیک ہے ترکِ نماز
اس سے ہوتا ہے ہمارا امتیاز

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کون تھے؟

علامہ دوست محمد قریشی رح

۱- جو نسبی لحاظ سے خلفاء ثلاثہ میں حضور علیہ السلام کے قریبی رشتہ دار تھے کیونکہ آپ کی والدہ حضورؐ کی پھوپھی کی لڑکی تھیں۔

۲- جن کو ایمانی دولت فاروق اعظمؓ ابو عبیدہ بن الجراح اور عبدالرحمٰن بن عوف سے پہلے نصیب ہوئی۔

۳- جن کو اسلام لانے سے پہلے بھی اہل مکہ قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔

۴- حیاء و شرم اور ثروت و سخاوت جن کی ضرب المثل تھی۔

۵- جن کو صدیق اکبرؓ کی طرح دورِ کفر میں نہ بت پرستی کرتے دیکھا گیا اور نہ شراب پیتے۔

۶- جو ایمان لانے کے بعد استقلال و استقامت کے اتنا پہاڑ بن گئے کہ ان کے چچا حکم بن العاص نے جب ستون سے باندھ کر ترک اسلام کا حکم کیا تو یک لخت انکار کر دیا۔

۷- جن کو ابراہیم علیہ السلام اور لوط علیہ السلام کے بعد دنیائے کائنات میں سب سے پہلے اہل بیت سمیت ہجرت کرنے کا شرف حاصل ہوا۔

۸- غزوۂ تبوک میں امداد دینے پر جن کے لیے حضور علیہ السلام نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھا کر تین مرتبہ فرمایا "اے اللہ! میں عثمانؓ سے راضی ہوں تو بھی راضی ہو جا۔

۹- جنہوں نے حضور علیہ السلام کے چار دن کے فاقے کی خبر سن کر آٹے اور گندم اور چھواروں کی متعدد بوریاں اور ایک سالم بکری کا گوشت اور تین سو روپیہ نقد دربارِ نبوت میں بھیج دیا۔

۱۰- جنہوں نے طعام کی تیاری کی تکلیف کا تصور کر کے صرف اس خدمت پر اکتفا نہ کیا بلکہ بہت سی روٹیاں اور بھنا ہوا گوشت تیار کر کے حضورؐ کی خدمت میں پہنچا دیا۔

۱۱- جن کو حضور علیہ السلام کے نجی خطوط کے جوابات لکھنے کا شرف حاصل ہوا۔

۱۲- جو عبادت کے اس قدر شناسا تھے کہ کوئی رات بغیر ختم قرآن شریف کے نہ گذرتی تھی۔

۱۳- رات کو اکثر حصّہ دربارِ کبریا میں ادائے نفل کی صورت میں جاگتے رہنا جن کا شعار تھا۔

۱۴- جو رقیق القلب اس قدر تھے کہ آنکھوں سے اکثر اوقات آنسو جاری ہو جاتے تھے۔

۱۵- ایام ممنوعہ کے بغیر کبھی روزے کا ناغہ نہ کیا کرتے تھے۔

۱۶- جنہوں نے قحط سالی کے ایام میں ایک ہزار اونٹ غلّہ کے منگوا کر فقراء مدینہ میں تقسیم کر کے رب العالمین کی خوشنودی حاصل کی۔

۱۷- اس سخاوت کے بدلے میں حضرت ابن عباسؓ جن کے لیے سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے بہشتی حور کی خوشخبری فرمائی۔ (ازالۃ الخفاء)

۱۸- غزوۂ تبوک کے موقعہ پر حضورؐ کی اپیل کے نتیجے میں جنہوں نے پہلی دفعہ ایک سو اونٹ، دوسری دفعہ دو سو اونٹ، تیسری دفعہ تین سو اونٹ دینے کا وعدہ کیا۔

۱۹- جنہوں نے فقط اس پر اکتفا نہ کیا بلکہ چوتھی اپیل پر ایک ہزار اشرفیاں گھر سے لا کر خدمت میں پیش کر دیں۔

۲۰- اس امداد پر جن کے متعلق حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ کہ عثمانؓ جو چاہیں کریں کوئی کام ان کو نقصان نہیں پہنچا سکتا۔

۲۱- جنہوں نے نادیدہ دانستہ غلام کا کان اگر مروڑ دیا

تو پھر ان کے سامنے اپنا کان پیش کر دیا تاکہ آخرت کے عذاب سے بچ جائیں۔

۲۲- جن کے دورِ خلافت میں قیصر روم کا نام و نشان مِٹ گیا۔

۲۳- جن کی مجاہدانہ کوششوں سے عیسائیت کا جسم بے جان ہو گیا۔

۲۴- جن کی مساعیٔ جمیلہ کے نتیجہ میں خراسان، جوین، بیہق، فیروز آباد، شیراز، طوس، نیشاپور، ہرات، بلخ وغیرہ اسلام کے قبضہ میں آئے۔

۲۵- جن کی شہادت کی خبر دیتے ہوئے رحمت کائنات ﷺ نے فرمایا کہ اسلام کی چکی ایک دن اپنی جگہ سے ہٹ جائے گی۔ (مستدرک حاکم)

۲۶- جن کی خبر شہادت دیتے ہوئے حبیبِ کبریا ﷺ نے فرمایا۔ خدا کی تلوار نیام میں رہے گی جب تک عثمان رضی اللہ عنہ زندہ ہیں۔ (تاریخ الخلفاء)

۲۷- جن کو حضور علیہ السلام نے دامادی کا شرف حاصل ہوا۔ (نہج البلاغۃ ص۸۴، احیاء القلوب ج ۲ ص۱۱۹)

۲۸- جن کو سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت میں اپنا رفیق قرار دیا۔ (ترمذی)

۲۹- جن کے دستِ حق پرست کو سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ قرار دیا۔ (تفسیر مدارک)

۳۰- جن کی انتظار میں صحابہ کرام رض فخرِ دو عالم ﷺ سمیت بیقرار نظر آئے۔ (غزواتِ حیدری)

۳۱- جن کی حیاء و شرم کا اقرار احمد مختار صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ (مشکوٰۃ شریف)

۳۲- جن کی طبیعت میں نرمی فطری طور پر رکھی گئی تھی۔

۳۳- جنہوں نے سبائی شرارت کے باوجود امرِ خلافت کسی کے سپرد نہ کیا۔ (تاریخ اسلام)

۳۴- جن کی خبر شہادت حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم نے زندگی میں سنا دی۔

۳۵- جن کے حق میں حضور خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا کہ عثمان رض سے فرشتے بھی حیا کرتے ہیں۔

۳۶- جن کے متعلق جبل اُحد پر چڑھ کر فرمایا "اے اُحد! ٹھہر جا تجھ پر نبی ﷺ، صدیق رض دو شہید رض سوار ہیں۔"

۳۷- جنہوں نے عمّال کی بد انتظامیوں کے حالات سن کر عمّال کو حق پر عمل کرنے کی تشدّد سے تلقین کی۔

۳۸- جنہوں نے مسجد نبوی ﷺ میں کھڑے ہو کر پبلک کے سامنے عذر خواہی کے بعد اہل مدینہ کے مشورے سے اکابر صحابہ رض پر مشتمل ایک تحقیقاتی کمیشن مقرر فرمایا۔

۳۹- جو ذی النورین کے لقب سے چار دانگ عالم میں مشہور ہوئے۔ (نہج البلاغۃ ج ۲ ص۸۴)

۴۰- جن کے علم و فضل کا اقرار سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے کیا۔ (نہج البلاغہ ص۸۴ ج ۲)

۴۱- جن کے در دولت پر سیدنا علی رض لوگوں کے وکیل بن کر آئے اور پُر ادب الفاظ استعمال فرمائے۔ (نہج البلاغۃ ص۸۳ ج ۲)

۴۲- جنہوں نے دنیا کے اندر قرآن کریم کی نشر و اشاعت فرما کر امتِ مسلمہ پر احسان عظیم فرمایا کہ جامع القرآن کے لقب سے ملقب ہوئے۔

۴۳- جنہوں نے ہزار کوششوں کے باوجود مدینہ مقدسہ کو مسلمانوں کے خون سے رنگین نہ ہونے دیا۔

۴۴- جنہوں نے نظام خلافت کے تشنۂ تکمیل گوشوں کو پایۂ تکمیل تک پہنچایا۔

۴۵- جنہوں نے ایران، خراسان، آرمینیہ، آذربائیجان، مصر، اسکندریہ کی بغاوتوں کا استیصال کر دیا۔

۴۶- جن کے دورِ خلافت میں اسلامی حکومت کے حدود سندھ اور کابل سے لے کر یورپ کی سرحد تک وسیع ہو گئے۔

۴۷- جن کے دورِ خلافت میں سپاہیوں کی تنخواہوں میں ایک ایک سو روپیہ کا اضافہ ہوا۔

۴۸- جنہوں نے نئے علاقوں میں چھاؤنیاں قائم فرمائیں۔

۴۹- جنہوں نے چراگاہوں میں مویشیوں کے لیے چشمے کھدوائے۔

۵۰- جنہوں نے دفاتر کے لیے وسیع عمارتیں بنوائیں۔

۵۱- جنہوں نے رعایا کی آسائش کے لیے سڑکیں، پُل اور مسافر خانے بنوائے۔

۵۲- جنہوں نے مدینہ اور نجد کی راہ میں ایک سرائے تعمیر کرائی۔ اور اس کے متعلق ایک بازار بسایا۔

۵۳- جنہوں نے ایک راستے پر میٹھے پانی کا کنوآں کھدوایا۔

۵۴- بیرسائب، بیرعامر اور بیر عریس جن کی مساعی جمیلہ کا نتیجہ ہے۔

۵۵- جنہوں نے سیلاب کے دور کرنے کی خاطر مدینہ سے تھوڑے فاصلے پر مدری کے قریب بند تعمیر کرایا۔

۵۶- جنہوں نے نہر کھدوا کر سیلاب کا رخ دوسری طرف موڑ دیا۔

۵۷- جنہوں نے مسجد نبویؐ کی توسیع فرما کر مسجد کو ایک حسین جمیل عمارت میں تبدیل کر دیا۔

۵۸- جن کے زمانہ اقدس سے پہلے اگر مسجد نبویؐ کا طول ایک سو چالیس گز اور عرض ایک سو بیس گز تھا۔ تو آپ نے طول میں بیس گز اور عرض میں تیس گز کا اضافہ فرمایا۔

۵۹- جنہوں نے التباس اور اختلاط کے خوف سے حفاظت قرآن کے پیشِ نظر قرآن کے اندر تفسیری نوٹوں کو کو کھرچ دیا۔ تاکہ قرآن تحریف و تنزا تبدیل سے قیامت تک کے لیے محفوظ ہو جائے۔

۶۰- جنہوں نے مساجد کی آبادی کے لیے تنخواہ دار مؤذن مقرر فرمائے۔

۶۱- جنہوں نے زمانۂ نبویؐ میں کتابت قرآن کا کام کیا تو زمانہ خلافت میں تقریر و خلافت کا کام کیا۔

۶۲- مذہبی علوم میں جو سباق الغایات تھے۔

۶۳- جو ایک ایک رکعت میں پورا قرآن ختم کر دیتے تھے۔

۶۴- جو روایت احادیث میں بڑے محتاط تھے۔

۶۵- صحابہ کرام میں جن کا مجتہد فیہ مسئلہ قابل استناد سمجھا جاتا تھا۔

۶۶- جن کو علم میراث میں مہارت تامہ حاصل تھی۔

۶۷- جو اپنے زمانہ میں میراث کے بڑے بڑے مشکل مسئلے حل فرمایا کرتے تھے۔

۶۸- لاکھوں روپے کے مالک ہونے کے باوجود جن کا دامن تمول کے بُرے نتائج سے آلودہ نہ ہُوا۔

۶۹- خشیت الہٰی کا اثر جن کے قلب پر اتنا تھا کہ آپ کا دل ہمیشہ خوفِ خدا سے معمور رہتا تھا۔

۷۰- جن کا گذر اگر قبر پر ہو جاتا تھا تو بے اختیار رونے لگ جاتے تھے اور داڑھی مبارک تر ہو جاتی تھی۔

۷۱- جن کے متعلق حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر میری چالیس لڑکیاں ہوتیں تو میں عثمانؓ کے نکاح میں دیتا رہتا۔

۷۲- جو حضور علیہ السلام کی تھوڑی سی تکلیف دیکھ کر بے قرار ہو جاتے تھے۔

۷۳- جو حضور علیہ السلام کے چہرے اور پیشانی کو دیکھ کر آپ کا طبعی مقتضا معلوم کر لیتے تھے۔

۷۴- جو اہل بیت کا فاقہ نہ سہہ سکتے تھے۔

۷۵- جنہوں نے اس ہاتھ کو ساری عمر میں پلیدی کے قریب نہ جانے دیا جس ہاتھ سے حضورؐ سے بیعت کی تھی۔

۷۶- جن کے مبارک نام پر سیدنا علیؓ نے اپنے دو صاحبزادوں کا نام عثمان اصغر، عثمان اکبر رکھا۔

(ابن سعد ج ۳، منتہی الامال)

۷۷- جنہوں نے دس لاکھ اشرفیاں راہِ خدا میں وقف کر دیں۔

(ابن سعد)

۷۸- جن کے پیشِ نظر ہر وقت فرمان رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم رہتا تھا۔

۷۹- جن کو جنگ بدر میں حاضر نہ ہونے کے باوجود حضور علیہ السلام نے ان کو بدریوں میں حصہ عنایت فرمایا۔

۸۰- سینکڑوں بیواؤں اور یتیموں، اپنے غریب رشتہ داروں کو پالنا جن کا دستور العمل تھا۔

۸۱- جنہوں نے چشم دید گواہ نہ مل سکنے کی وجہ سے مروان کو پبلک کے سپرد نہ کیا۔

۸۲- جنہوں نے دفعہ شبہات کے لیے حلفیہ بیان دینے سے بھی انکار کر دیا۔

۸۳- ہر جمعہ ایک غلام آزاد کرنا جن کا شعار تھا۔

۸۴- جو حلم عفو کے پیکر تھے۔

۸۵- جو گستاخی کرنے والے کو منہ پر شرمسار نہ کرتے تھے۔

۸۶- جو لونڈیاں اور متعدد غلاموں کے باوجود اپنا کام خود کرتے تھے۔

۸۷- جنہوں نے مکہ مکرمہ پہنچ کر حضورؐ کے موجود نہ ہونے کی وجہ سے طواف ترک کر دیا۔

۸۸- جن کے اس فعال سے کفر کو ندامت لاحق ہوئی۔

۸۹- جن کے اس فعل کی خبر حدیبیہ میں سرورِ کائنات صلی اللہ

(باقی ۲۸ پر)

حضرت عثمان غنی کی شہادت

تاریخ اسلام کا بہت بڑا المیہ

تحریر:۔ ابوالمظفر ظفر احمد قادری، خطیب واہگہ

خلیفہ ثالث حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ذی النورین ۱۸ ذی الحجہ ۳۵ھ کو مدینہ طیبہ میں باغیوں کے ہاتھوں شہید ہوئے۔ (اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُون) جس بیدردی و مظلومیت کے ساتھ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ اور مسلمانوں کے امام عالی مقام شہید ہوئے، تاریخ میں اس کی مثال ملنی محال ہے۔ رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرامؓ کی موجودگی میں اور روزِ روشن میں امیرالمومنینؓ کا دردناک قتل، اور پھر قتل سے پہلے کھانا تو ایک طرف پانی تک بند کر دینا اور بعد شہادت دفن تک کی اجازت نہ دینا، مظلومیت کی انتہا ہے۔ جس کی مثال تاریخِ انسانی پیش کرنے سے قاصر ہے۔ حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مجسم فضائل و مناقب تھے بطور نمونے مشتے از خروارے چند فضائل درج ذیل ہیں:۔

۱۔ نسب

آپؓ پانچویں پشت میں رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے مل جاتے ہیں۔ آپؓ کی والدہ محترمہ حضرت اروی حضور علیہ السلام کی پھوپھی تھیں۔ آپؓ اُم حکیم بنت عبدالمطلب کی صاحبزادی تھیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والد ماجد کے ساتھ توام پیدا ہوئی تھیں۔

۲۔ اسلام

اسلام قبول کرنے میں آپؓ سابقین الاولین میں سے ہیں۔ آپؓ سیدنا صدیقِ اکبرؓ کی دعوت سے مشرف بہ اسلام ہوئے اور اس عظیم جرم کی پاداش میں صبر آزما مصائب اور جگرگداز مظالم کو صبر و سکون اور اطمینانِ قلب کے ساتھ برداشت کیا۔

۳۔ دامادیٔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادی حضرت رقیہؓ کا آپؓ سے نکاح فرما دیا اور جب وہ فوت ہوگئیں تو حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ حق تعالیٰ کا حکم ہے کہ میں اس کی بہن اُم کلثوم کا نکاح کر دوں۔ چنانچہ اُم کلثوم کا نکاح آپؓ سے کر دیا۔ پھر جب ان کا بھی انتقال ہوگیا تو آپؐ نے فرمایا میری اور بھی بیٹی ہوتی تو میں آپؓ سے نکاح کر دیتا۔ مسند امام اعظم میں ہے کہ اگر میری تئیس بیٹیاں بھی ہوتیں تو ایک کے انتقال کے بعد پھر دوسری کا نکاح کر دیتا، چونکہ حضور علیہ السلام کی یکے بعد دیگرے دو نورِ نظر آپؓ کے نکاح میں آئیں، اس لیے آپؓ "ذی النورین" کے نورانی لقب سے ملقب ہوئے۔ تاریخ خلفاء میں علامہ جلال الدین سیوطیؒ تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سوا دنیا میں کوئی ایسا شخص نہیں ہوا ہے جس کے نکاح میں ایک نبی کی یکے بعد دیگرے دو بیٹیاں آئی ہوں۔

۴۔ ہجرت

آپؓ نے اعزازِ دامادیٔ رسولؐ کی طرح ہجرت کا شرف بھی دو بار پایا۔ پہلی بار چند صحابہ کرامؓ نے کفار و مشرکینِ مکہ کے مظالم سے تنگ آ کر حبش کی طرف ہجرت فرمائی تو آپؓ بھی اپنی بیوی حضرت رقیہؓ کے ساتھ شریک تھے۔ اس موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، حضرت ابراہیم اور حضرت لوط علیہ السلام کے بعد عثمانؓ پہلے شخص ہیں جنہوں نے اپنے اہل و عیال کے ساتھ ہجرت فرمائی ہے۔

دوسری ہجرت آپ نے مدینہ عالیہ کی طرف فرمائی ہے اس طرح آپ ذی النورینؓ کی طرح ذوالہجرتین بھی ہیں۔

۵۔ جہاد فی سبیل اللہ

آپ تقریباً ہر غزوہ میں شریک جہاد رہے۔ غزوۂ خیبر میں آپؓ امیرِ لشکر تھے۔ بدنی طور پر بھی آپؓ نے جہاد فی سبیل اللہ میں بڑا حصہ لیا ہے لیکن مالی طور پر آپؓ کے جہاد کی مثال صحابہ کرامؓ کی پوری جماعت میں نہیں ملتی۔ آپ نے کئی موقعوں پر لاکھوں روپے سے اسلام، اہلِ اسلام اور حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد اور خدمت کی ہے۔ حضور علیہ السلام نے ایسے موقعوں پر خوش ہوکر آپؓ کو جنت کی خوشخبری و بشارت دی ہے۔

۶۔ سفارتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

حدیبیہ کے موقعہ پر سفارتِ رسولؐ کا اعزاز بھی نصیب ہوا جو کسی اور صحابیؓ کو نصیب نہ ہوسکا جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم، رسولُ اللہ ہیں تو حضرتِ عثمانؓ رسولُ رسولِ اللہ ہیں۔ ترمذی شریف میں ہے جب حضور علیہ السلام نے بیعت الرضوان لی۔ کان عثمان رسولُ رسولِ اللہ، یعنی حضور کے سفیر تھے۔ سبحان اللہ کیا شان ہے حضرتِ عثمان کی اور کیا منصب و مقام ہے رسولُ رسولِ اللہ کا، جو اس ذاتِ مقدس کو نصیب ہوا۔

۷۔ خلافت

حضرت فاروقِ اعظمؓ کے بعد آپؓ نے مسندِ خلافت کو رونق بخشی اور بارہ دن کم بارہ سال تختِ خلافت پر متمکن رہے۔ بلحاظِ خلافت آپؓ بڑے کامیاب خلیفہ رہے تھے۔ مشرق و مغرب میں ہزاروں میل مربعہ رقبہ ان کے دورِ خلافت میں دائرۂ اسلام میں آیا، اور سندھ سے لے کر جبرالٹر تک اسلام کا عَلَم آپؓ ہی کے عہد میں لہرایا۔

۸۔ شہادت

۱۸ر ذی الحجہ ۳۵ ہجری کو انتہائی بیدردی و مظلومیت سے باغیوں نے آپؓ کے اپنے گھر کے اندر شہید کر ڈالا۔ رضی اللہ عنہ۔

(ماخوذ از افتاحیہ دعوتِ عثمان نمبر ۱۷ر مئی ۱۹۶۳ء - اب تاریخِ اسلام سے باقی مضمون لکھتا ہوں)

۹۔ فضل و کمال

حضرت عثمانؓ خاص حاشیہ نشینانِ نبوت میں تھے۔ اس لیے شیخینؓ کی طرح آپؓ کی ذات بھی علم و عمل کا نمونہ تھی (تذکرۂ خلفاء)

آپؓ کو ابتداء ہی سے لکھنے پڑھنے کا ذوق تھا۔ چنانچہ زمانۂ جاہلیت سے آپؓ نوشت و خواندہ سے واقف تھے۔ تحریر میں آپ کو مہارت تھی۔ کتابتِ وحی کی جلیل القدر خدمت آپ سے متعلق تھی۔ تقریر و خطابت میں آپ کو کوئی خاص امتیاز نہ تھا لیکن تحریر دلکش ہوتی تھی۔ آپؓ کی تحریر کے نمونے تاریخوں میں موجود ہیں۔ کلام اللہ سے خاص شغف تھا، اور اس کی تعلیم بھی آپ نے خاص لسانِ نبوت سے حاصل کی تھی۔ ایک ایک رکعت میں پورا قرآن ختم فرمایا کرتے تھے۔ بعض روایتوں میں ہے کہ آپؓ نے ایک قرآنِ پاک کا نسخہ خود بھی مرتب فرمایا تھا۔ اس ذوق و شوق سے آپ کی نظر قرآنِ پاک پر بہت وسیع ہوگئی تھی۔

آپؓ حدیثِ نبویؐ کے بھی ممتاز حافظ تھے لیکن قرآنِ پاک کے تغیر و تبدل کے خوف سے روایت بہت کم کرتے تھے۔ چنانچہ فرماتے تھے کہ احادیث بیان کرنے میں یہ امر مانع آتا ہے کہ ممکن ہے کہ صحابہ کرامؓ کے مقابلہ میں میں زیادہ حدیث شریف صحیح محفوظ نہ رکھتا ہوں اور میں نے رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے جو شخص میری طرف وہ قول منسوب کرے جو میں نے نہیں کہا تو وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنانے کے لیے تیار رہے۔ اس لیے آپ روایاتِ حدیث بہت کم کرتے تھے، یہی وجہ ہے کہ آپ کی مرفوع روایات کی کل تعداد ۱۲۴ ہے۔

فقہ میں بھی آپ کا درجہ حضرت عمرؓ اور حضرتِ علیؓ کے برابر نہ تھا مگر آپ بھی مجتہد کی حیثیت رکھتے تھے۔ اور دوسرے اصحابؓ آپکے اجتہاد سے استفادہ کرتے تھے۔

۱۰۔ اخلاق و سیرت

حضرتِ عثمانؓ عہدِ جاہلیت سے صاحبِ ثروت تھے۔ لاکھوں کا تجارتی کاروبار تھا، لیکن زندگی کے کسی دور میں بھی آپؓ کا دامن تمول کے بُرے نتائج سے آلودہ نہ ہوا۔

۱۱۔ خشیتِ الٰہی اور رقتِ قلب

آپؓ نہایت رقیق قلب تھے۔ آپؓ کا دل ہمیشہ خوفِ خدا سے معمور رہتا تھا۔ جب کسی قبر کے پاس سے بھی گذرتے تو گریہ طاری ہو جاتا، اور روتے روتے ڈاڑھی مبارک آنسوؤں سے تر ہو جاتی۔

←

۱۲- مواخذہ قیامت کا خوف

آخرت کے مواخذہ کا اتنا خوف غالب تھا کہ فرماتے مجھے یہ علم ہو کہ جنت ملے گی یا دوزخ تو میں اس کا فیصلہ ہونے کے مقابلہ میں خاک ہو جانا پسند کروں گا اس خوف کا اکثر آپکے ہر عمل میں نمایاں تھا۔ (کنزالعمال)

۱۳- حضرت عثمانؓ کیساتھ محبت نبویؐ

حضرت عثمان غنیؓ کے ساتھ گوناگوں تعلقات اور آپؓ کی خدمات اسلامی کی بنا پر رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص تعلق تھا اور اس تعلق کی بنا پر دو مرتبہ ان کو شرف مصاہرت سے نوازا۔

ایک دن حضرت رقیہؓ کی وفات کے بعد آپؓ رو رہے تھے، حضور علیہ السلام نے دریافت فرمایا تو عرض کیا حضور علیہ السلام سے، میرا رشتہ منقطع ہوگیا ہے مصاہرت کا، اس سے بڑھ کر کیا مصیبت ہو سکتی ہے۔ پھر آپؐ نے اپنی پیاری بیٹی حضرت ام کلثومؓ کا عقد آپؓ سے کر دیا اور یہ ارشاد فرمایا کہ اگر میرے سو صاحبزادیاں بھی ہوتیں اور وہ مرتی جاتیں تو میں برابر یکے بعد دیگرے عثمانؓ سے بیاہتا چلا جاتا۔ (کنزالعمال)

۱۴- محبت رسولؐ

حضرت عثمان غنیؓ کو بھی حضور پاک علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے والہانہ محبت و شیفتگی تھی۔ آپؐ کی رضا جوئی کے لیے اپنی کل کائنات نثار کرنے کو ہر وقت آمادہ رہتے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ادنیٰ تکلیف دیکھ کر تڑپ جاتے۔ ایک مرتبہ اہل بیت پر کئی دن فقر و فاقہ سے گزر گئے۔ حضرت عثمانؓ کو معلوم ہوا تو بے چین ہو گئے، اور اسی وقت کئی بورے گندم، آٹا، کھجور، بکری کا گوشت اور تین صد نقد لے جاکر حضرت عائشہؓ کی خدمت میں پیش کر کے عرض کی کہ جب اس قسم کی ضرورت ہو تو عثمانؓ کو یاد کیا جائے۔

۱۵- احترام رسولؐ

ذات نبویؐ کا اتنا احترام تھا کہ جس ہاتھ سے حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کے دست حق پرست پر بیعت کی تھی اسے تا عمر محل نجاست سے مس نہیں کیا۔ (ابن سعد)

۱۶- اتباع سنت و پاس فرمان رسولؐ

اس محبت و احترام کا فطری نتیجہ تھا کہ آپؓ کی زندگی سرتاپا اتباع سنت میں ڈوبی ہوئی تھی آپؐ کا فرمان ہردم ہر لحظہ پیش نظر رہتا تھا۔ آپؓ کے اتباع سنت کے واقعات حدیث کی کتابوں میں مذکور ہیں۔ آپؐ کے فرمان کا اتنا لحاظ رکھا کہ جان دے دی لیکن دشمنوں کا مقابلہ کرنے پر آمادہ نہ ہوئے۔

۱۷- انفاق فی سبیل اللہ

آپؓ کا طغرائے امتیاز راہ خدا میں فیاضی ہے۔ جیسا خدائے پاک نے آپؓ کو غنی بنایا تھا ویسے ہی اس کی راہ میں بے دریغ دولت لٹائی۔ اس کے بہت سے واقعات ہیں۔ ایک یہ ہے کہ دو لاکھ اشرفی کی جائیداد راہ خدا میں وقف کی۔

۱۸- فیاضی

آپؓ طبعاً فیاض و سیر چشم تھے۔ سینکڑوں بیواؤں، یتیموں اور غریب اعزہ کی پرورش کرتے تھے۔ ہر جمعہ کو ایک غلام آزاد کرتے تھے۔ آپکی غیر معمولی فیاضی ہی کی وجہ سے آپؓ کے دشمنوں کو آپؓ کے خلاف غلط واقعات مشہور کرنے کا موقع ملا۔

۱۹- حیا

آپؓ کا دوسرا امتیازی وصف حیا ہے۔ آپؓ طبعاً اتنے باحیا تھے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم آپؓ کی حیا کا لحاظ فرماتے۔ ایک مرتبہ آپؐ چند صحابہؓ کرام کے ساتھ تشریف فرما تھے، زانوئے مبارک سے کپڑا ہٹا ہوا تھا اتنے میں حضرت عثمانؓ تشریف لائے تو آپؐ نے فوراً گھٹنے مبارک ڈھانپ لیے۔ صحابہؓ کرام نے عرض کیا تو فرمایا۔ عثمانؓ کی حیا سے تو فرشتے بھی شرماتے ہیں۔

۲۰- صبر و تحمل

آپؓ کا تیسرا وصف صبر و تحمل، عفو و درگزر ہے۔ آپؓ حلم و عفو کے پیکر تھے۔ آپؓ میں اس وصف کا اتنا غلبہ تھا کہ لوگ اس سے ناجائز فائدہ اٹھاتے تھے۔ اُموی عمال کی بد عنوانیاں آپؓ کے اسی وصف کا نتیجہ تھیں۔ کسی حالت میں بھی آپؓ حلم و صبر کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑتے تھے۔

آپؓ کے خلاف کتنا طوفان اٹھا، مخالفین نے رُوبرُو گستاخیاں کیں، لیکن اس پیکر حلم نے سوائے صبر و تحمل کے کوئی جواب نہ دیا۔ اگر آپؓ چاہتے تو باغیوں کے خون کی ندیاں بہہ جاتیں۔ مگر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جادۂ مستقیم سے نہ ٹلے۔

۲۱- تواضع

آپؓ کے پاس لونڈی غلاموں کی کمی نہ تھی، لیکن اپنے کاموں کے لیے ان کی راحت میں خلل نہ ڈالتے۔ شب کو تہجد کی نماز کے وقت

(باقی ۲۲ پر)

عہدِ عثمانی کے گورنر

حضرت سعدؓ بن ابی وقاص ——— والیٔ کوفہ

حضرت سعد بن ابی وقاص کا تعلق قریش کے قبیلہ زہرہ سے تھا۔ والد کا نام ابی وقاص (مالک) بن وہیب بن عبد مناف بن زہرہ تھا، ان کا شمار سابقین اولین میں ہے۔ ان کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے "فداک ابی و اُمی" فرمایا۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ عشرہ مبشرہ میں سے تھے۔ انہوں نے حضرت عمر فاروقؓ کے عہد میں ایران کی جانب بھیجے جانے والے لشکر کی قیادت کی اور جنگِ قادسیہ میں ایرانیوں کو شکست دی۔ بابل، کوثیٰ مدائن اور حلوان فتح کیے۔ حضرت عثمانؓ کے عہد میں کوفہ کے گورنر رہے۔ انہوں نے حضرت معاویہؓ کے عہد میں ۵۵ھ میں مدینہ میں وفات پائی، اور ان کی نماز جنازہ والیٔ مدینہ مروان بن الحکم نے پڑھائی۔

حضرت معاویہؓ بن ابوسفیان ——— والیٔ شام

حضرت معاویہؓ بن ابو سفیان کا تعلق قریش کے قبیلے بنو اُمیہ سے تھا، ان کے والد حضرت ابوسفیان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خسر تھے۔ سیدنا معاویہ کی بہن سیدہ اُم حبیبہ کو اُم المومنین ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ حضرت معاویہؓ صلح حدیبیہ کے بعد مسلمان ہوئے، کاتبِ وحی مقرر ہوئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ حنین اور طائف کے غزوات میں شریک ہوئے، صدیقِ اکبرؓ کے عہد میں شام کی مہمات میں شریک ہوئے۔ حضرت عمرؓ نے انہیں دمشق کا والی مقرر کیا۔ حضرت عثمانؓ کے عہد میں والیٔ شام کی حیثیت سے پہلا اسلامی بحری بیڑا تیار کر کے رومیوں کو بحری شکستیں دیں اور جزیرۂ قبرص فتح کیا۔ ۴۱ھ میں دنیائے اسلام کے خلیفہ ہوئے اور رجب ۶۰ ہجری تک خلافت کی، ان کے عہد میں مسلمانوں نے اناطولیہ، وسط ایشیا، سندھ اور شمالی افریقہ میں کئی علاقے فتح کیے۔ فتح مکہ کے دوران آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے والد سیدنا ابو سفیانؓ کے گھر کو دارالامان قرار دیا تھا۔

حضرت عمروؓ بن العاص ——— والیٔ مصر

حضرت عمروؓ بن العاص کا تعلق قریش کے قبیلے سہم سے تھا۔ حضرت عثمانؓ کے عہد میں مصر کے گورنر تھے انہوں نے صلح حدیبیہ کے بعد حضرت خالد بن ولیدؓ اور عثمان بن طلحہؓ کے ہمراہ مدینہ آکر اسلام قبول کیا تھا۔ اس موقعہ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ:

"قریش نے اپنے جگر کے ٹکڑے ہمارے حوالے کر دیئے ہیں"۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دعوتِ اسلام کا خط دے کر عمان کی جانب روانہ کیا۔ صدیقِ اکبرؓ کے عہد میں فتنۂ ارتداد کو رفع کرنے کے لیے قضاعہ کی جانب بھیجے گئے۔ بعد ازاں انہیں شام کی جانب روانہ کیا گیا۔ حضرت عمر فاروقؓ کے عہد میں مصر فتح کیا، انہوں نے فسطاط کا شہر بسایا۔ حضرت عمروؓ بن العاص دوبارہ حضرت معاویہؓ کے عہد میں مصر کے والی مقرر ہوئے اور ۴۳ھ میں مصر میں وفات پائی، اُن کا شمار عرب کے مدبرین میں کیا جاتا ہے۔

حضرت مغیرہؓ بن شعبہ ثقفی ——— گورنر کوفہ

حضرت عثمانؓ کے عہد میں کوفہ کے گورنر رہے ان کا تعلق عرب کے مشہور قبیلے ثقیف سے تھا، ۵ھ میں مسلمان ہوئے۔ صلح حدیبیہ میں شریک ہوئے۔ ایران کی مہمات میں حضرت عمر فاروقؓ کے عہد میں نمایاں کردار ادا کیا۔ حضرت عمرؓ نے انہیں بصرے کا والی مقرر کیا۔ انہوں نے جنگِ یرموک میں شرکت کی۔ ان کا شمار عرب کے مدبرین میں ہوتا ہے انہیں حضرت

معاویہؓ نے کوفہ کا والی مقرر کیا۔ انہوں نے عراق میں خوارج کا استیصال کرنے میں نمایاں کردار ادا کیا۔ حضرت معاویہؓ کے دور میں ستر برس کی عمر میں ۵۰ ہجری میں وفات پائی۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری ـــــ والئ کوفہ

ان کا اصل نام عبداللہ بن قیس تھا، قبیلہ اشعر سے ان کی والدہ کا تعلق تھا اس مناسبت سے اشعری کہلائے۔ حضرت عثمانؓ کے عہد میں کوفہ کے والی رہے۔ فاروقِ اعظمؓ کے عہد میں انہوں نے شوستر فتح کیا۔ بعض روایات کے مطابق انہوں نے حبشہ کی جانب ہجرت کی تھی۔ معرکہ حنین میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی طرف سے ثالث مقرر ہوئے۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری نے حضرت معاویہؓ کے عہدِ خلافت میں ۴۲ھ میں اور بعض روایات کے مطابق ۵۲ھ میں وفات پائی۔

حضرت عبداللہ بن سعد ـــــ گورنر مصر

قریش کے قبیلہ عامر بن لوی سے تعلق رکھتے تھے حضرت عمر فاروقؓ کے دور میں انہوں نے فتح مصر میں حضرت عمرو بن العاصؓ کے زیرِ کمان حصہ لیا وہ مالیات کے ماہر تھے۔ حضرت عثمانؓ ذوالنورینؓ نے انہیں مصر کا والی مقرر کیا۔ انہوں نے بحیثیت سپہ سالار بھی شہرت حاصل کی۔ حضرت معاویہؓ نے قبرص پر جب حملہ کیا تو انہوں نے ان کی مدد کی تھی۔ انہوں نے افریقہ کے بازنطینی مقبوضات پر حملے کیے اور طرابلس (لیبیا) فتح کیا۔ ذات الصواری کی بحری جنگ ان کا عظیم کارنامہ ہے۔ اس معرکہ میں رومیوں کا جنگی بیڑہ مکمل طور پر تباہ کر دیا گیا تھا۔ حضرت عبداللہ بن سعد نے مصر میں حضرت عثمانِ غنیؓ کے خلاف اٹھنے والے فتنہ سے آگاہ کرنے کی کوشش کی اور خلیفہ کی امداد کے لیے مصر کو چھوڑ کر خود بھی آئے، ان کی عدم موجودگی میں ان کے نائب صائب بن ہشام کو فسادی جماعت نے جس کا رہنما محمد بن حذیفہ تھا، مصر سے نکال دیا، خود ابنِ سعد کو مصر میں دوبارہ داخل ہونے سے روک دیا۔ ابنِ سعد ابھی سرحد ہی پر تھے کہ امام ذوالنورینؓ کی شہادت کی خبر ملی، یہ حضرت معاویہؓ کے پاس پہنچے اور ۳۶ھ میں عسقلان یا رملہ میں وفات پائی۔

حضرت عبداللہ بن عامر ـــــ گورنر بصرہ

آپؓ قریش کے قبیلہ اُمیہ سے تھے۔ ان کے والد عامر بن کُریز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی اُمِ حکیم دبیضا بنت عبد المطلب کے بیٹے تھے۔ امیر عبداللہ بن عامر ۴ھ میں مکہ معظمہ میں پیدا ہوئے۔ ۲۹ھ میں حضرت عثمانِ غنیؓ نے انہیں بصرہ کا والی مقرر کیا۔ انہوں نے فارس کی فتح مکمل کی اور اصطخر، داراب جرد اور جور (فیروزآباد) فتح کیے، خراسان پر حملہ کر کے مرو، بلخ اور ہرات تک سارے صوبے پر قبضہ کر لیا۔ ۳۵ھ میں انہوں نے حضرتِ عثمانؓ کی مدد کی کوشش کی جو بے نتیجہ رہی۔ امیر عبداللہ بن عامر عسکری صلاحیتوں کے علاوہ اپنی سخاوت اور دیگر ذاتی اوصافِ حمیدہ اور اپنے متعدد رفاہی کاموں کی وجہ سے بہت مشہور ہیں۔ بصرہ میں دو نہروں کی کھدائی، نہر ابلہ کی تعمیر، النباج اور قریتین میں شجر کاری اور عرفات میں حجاج کے لیے پانی کی ترسیل کے انتظامات کی اصلاح و ترقی ان کے اہم کارنامے ہیں۔ ۵۸ھ یا ۵۹ھ میں مکہ میں وفات پائی۔

حضرت ولید بن عقبہؓ ـــــ والئ کوفہ

ولید بن عقبہ بن ابی معیط بن ابی عمرو بن اُمیہ قریش کے قبیلے اُمیہ سے تعلق رکھتے تھے۔ حضرت عثمانؓ نے ان کو کوفہ کا والی مقرر کیا۔ بعد ازاں انہیں معزول کیا گیا۔ ولید مدینہ آئے اور حضرت عثمانؓ کی شہادت تک مدینہ ہی میں رہے

حضرت سعید بن العاص ـــــ والئ کوفہ

حضرت عثمانؓ کے عہد میں ولیدؓ کی معزولی کے بعد سعید بن العاص کو کوفہ کا والی مقرر کیا۔ ان کا تعلق بنی اُمیہ سے تھا یہ شام میں مقیم تھے کہ حضرت عمرؓ نے ان کی بابت دریافت کیا۔ انہیں بتایا گیا کہ سعید شام میں حضرت معاویہؓ کے پاس مقیم ہیں اور مریض ہیں اور قریب المرگ ہیں۔ اس پر حضرت عمرؓ نے حضرت معاویہؓ کو لکھا کہ "سعید کو پوری حفاظت کے ساتھ میرے پاس بھیج دو" سعید مدینہ آئے اور چند روز میں صحت یاب ہو گئے۔ حضرت عمر شفقت اور ہمدردی سے ان کے ساتھ پیش آئے، ساتھ رکھا اور پھر ان کی شادی کر دی۔ حضرت عثمانؓ کے عہد میں بحیثیت گورنر کوفہ انہوں نے کوفہ کی حالت کا نقشہ اپنے ایک مراسلے میں، جو انہوں نے خلیفہ کو بھیجا تھا، اس

طرح بیان کیا ہے:

"عجمیوں کا کوفہ میں کثرت سے داخلہ، دیہاتی عربوں کی غیر معمولی آمد، کنیزوں سے پیدا ہونے والی نسل، غیر عربی عنصر اور غلاموں سے پیدا ہونیوالی آبادی انتہائی سرعت کے ساتھ ترقی کر رہی ہے۔ جس سے کوفہ کی شہری زندگی پر غیر معمولی اثر پڑ رہا ہے، فارس کے قیدی تہذیب و تمدن کا ورثہ ساتھ رکھتے ہیں اور صحراء و دیہات کے عرب اجڈ طبیعت اور کٹر عصبیت، جس سے امور مملکت میں شدید قسم کا الجھاؤ پیدا ہو گیا ہے۔"

اس کے جواب میں حضرت عثمانؓ نے ہدایت کی کہ وہ حتی الامکان بھلائی اور عافیت کو مقدم رکھیں، اور عوام کو فتنے سے بچائیں۔

حضرت سفیانؓ بن عبداللہ ثقفی ــــ والئی طائف

حضرت عثمانؓ کے عہد میں طائف کے والی تھے۔ انہوں نے عہد فاروقی میں شام کی مہمات میں رومیوں کے خلاف جہاد کیا۔ حضرت عمرؓ نے انہیں طائف کا والی مقرر کیا تھا۔

حضرت عبدالرحمٰن بن علقمہ کنانی ــــ والئی فلسطین

حضرت عمرؓ کے عہد میں فلسطین کے حاکم تھے۔ حضرت عثمانؓ کے عہد میں بھی بدستور وہاں کے گورنر رہے۔

حضرت عثمانؓ بن ابوالعاص ثقفی ــــ والئی بحرین

بنو ثقیف سے تعلق تھا۔ حضرت عثمانِ غنیؓ کے عہد میں بحرین کے والی مقرر ہوئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو قرآن پڑھایا بعد ازاں ابی بن کعبؓ سے قرآن پڑھتے رہے۔ آپؐ نے انہیں طائف کا والی مقرر کیا۔ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے دور میں بدستور طائف کے والی رہے بعد میں عمرِ فاروقؓ نے انہیں بصرہ کی جانب اور بعد ازاں بحرین کا والی مقرر کیا۔ حضرت عثمانؓ کے عہد میں بدستور بحرین کے والی رہے۔

حضرت عمیر بن سعد ــــ والئی حمص

حضرت عمیرؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت سے فیض حاصل کیا۔ ان کے والد سعد بدر میں شریک تھے۔ حضرت عمرِ فاروقؓ نے انہیں حمص کا والی مقرر کیا۔ حضرت عثمانِ غنیؓ کے عہد میں بدستور حمص کے والی رہے۔

حضرت نافع بن عبدالحارث خزاعی ــــ والئی مکہ

حضرت عمرؓ کے دور میں مکہ کے والی تھے۔ بعد ازاں حضرت عثمانِ غنیؓ کے عہد میں بدستور مکہ کے والی رہے۔ آپ کا تعلق قبیلہ خزاعہ سے تھا۔

حضرت عبداللہ بن ابی ربیعہ ــــ والئی جند

قریش کے قبیلہ مخزوم سے تھے حضرت عمرِ فاروقؓ کے عہد میں جند کے والی مقرر ہوئے۔ حضرت عثمانِ غنیؓ کے عہد میں بدستور وہاں کے والی رہے۔

حضرت یعلی بن اُمیہ ــــ والئی صنعا (یمن)

مشہور صحابی تھے، اپنی والدہ اُمیہ اور اپنے بھائی سلمہ سمیت مسلمان ہوئے۔ غزوۂ تبوک میں شریک ہوئے ان کا تعلق قبیلہ زید مناۃ بن تمیم سے تھا۔ حضرت عمرؓ کے عہد میں صنعا (یمن) کے والی مقرر ہوئے اور حضرت عثمانِ غنیؓ کے عہد میں بدستور وہاں کے والی رہے۔

مجلسِ ذکر

احسان اور تصوّف ایک ہی حقیقت کے دو نام ہیں

مرتب: محمد سعید الرحمٰن علوی

بعد از خطبہ مسنونہ:

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم:

فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوا لِي وَلَا تَكْفُرُونِ

سو تم یاد رکھو مجھ کو میں یاد رکھوں تم کو۔ اور احسان مانو میرا اور ناشکری مت کرو۔

اس آیت کریمہ کے ضمن میں حضرت شیخ الہند قدس سرہ ارشاد فرماتے ہیں:۔

"جب ہماری طرف سے تم پر اتمام نعمت مکرر ہو چکا (یعنی تحویل قبلہ بھی ہو گیا اور بحیثیت معلم دمزکی رسول معظم بھی تشریف لائے) تو اب تم کو لازم ہے کہ ہم کو زبان سے دل سے ذکر سے فکر سے ہر طرح سے یاد کرو اور اطاعت کرو ہم تم کو یاد کریں گے یعنی نئی نئی رحمتیں اور عنایتیں تم پر ہوتی رہیں گی اور ہماری نعمتوں کا شکر خوب ادا کرتے رہو اور ہماری ناشکری اور معصیت سے بچتے رہو۔"

قرآن عزیز کے ارشاد کے مطابق حضرت انسان کی تخلیق کا مقصد اللہ کی عبادت ہے اور اللہ کی عبادت کے لیے حضور علیہ السلام نے جو طریق ارشاد فرمایا اس کا پتہ حدیث جبرائیلؑ سے چلتا ہے۔

جناب جبریل علیہ السلام حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ دو زانو بیٹھ گئے اسلام، احسان، ایمان اور قیامت کے متعلق سوال کئے آپ نے جواب ارشاد فرمائے۔

حدیث میں ہے کہ جب جبریل امین نے آپ سے احسان کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے فرمایا۔ اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَاَنَّكَ تَرَاهُ الخ۔ یعنی اپنے رب کی عبادت اس طرح کرو کہ تم اسے دیکھ رہے ہو اور اگر ایسا نہیں تو کم از کم یہ تو ہو کہ وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔

اس کمال کے حصول کی حضور علیہ السلام کے دور مسعود میں تو یہ آسان صورت تھی کہ دربارِ نبوت میں حاضری دی، دلوں کی سیاہی دھل گئی۔ روحانیت تامہ حاصل ہو گئی اور انسان درجہ احسان میں پہنچ گیا لیکن آپ کے بعد اس مقام کے حصول کے لیے خود حضور علیہ السلام کے ساتھیوں نے جنہیں قرآن و حدیث میں آسمانِ ہدایت کے ستارے اور معیارِ حق و صداقت قرار دیا ہے ذکر و شغل وغیرہ کے طریق ایجاد فرمائے جو قادری، نقشبندی، چشتی اور سہروردی سلاسل کی حیثیت سے معروف ہیں۔

واقفانِ حال جانتے ہیں کہ یہ سلاسل اربعہ حضرت امام سیدنا ابوبکر صدیق اور حضرت امام سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالےٰ عنہم کی تعلیمات مقدسہ کی روشنی میں جاری و ساری ہیں۔ اور اپنی قدسی صفت بزرگوں کی ہدایات کے مطابق ان سلاسل کے شیوخ باطنی تربیت کا کام کرتے ہیں۔

دور حاضر کی خرابیاں ہر جگہ اپنا اثر کر رہی ہیں۔ اور انہی کا نتیجہ ہے کہ انسانی طبقات ان مشاغل کے معاملہ میں افراط و تفریط کا شکار ہیں۔ حالانکہ مومن کا کام اعتدال اور میانہ روی ہے اور انہی خصوصیات کی حضرت شارع علیہ السلام نے تعلیم دی ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ اور ان کا خاندان

ایک سرسری جائزہ — ایک اجمالی نظر

از: مولانا نسیم احمد فریدی امروہی

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ ہندوستان کے ان عظیم الشان اکابرین سے ہیں جن پر ارضِ ہند بجا طور پر فخر کر سکتی ہے۔ اس عظیم شخصیت کے فیوض و برکات ہند و سندھ میں تو تھے ہی۔ تمام عالم اسلام و دیگر ممالک میں بھی پائے جاتے ہیں۔ وہ ایک طرف باکمال محدث اور جید مفسر فقیہہ تھے تو دوسری طرف ایک ماہر رموزِ تصوف محقق صوفی اور بلند پایہ مفکر و متکلم بھی تھے ان کے شاگردوں کا حلقہ بھی بہت وسیع تھا جن میں مولانا نور اللہ بڈھانویؒ۔ خواجہ امین اللہ ولی اللہی کشمیریؒ۔ شاہ محمد عاشق پھلتیؒ۔ علامہ سید مرتضیٰ بلگرامی ثم زبیدی صاحب تاج العروس شرح قاموس اور صاحب تصانیف کثیرہ الحاج نواب رفیع الدین خاں فاروقی مراد آبادیؒ جیسے حضرات بھی ہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ ایک عبقری پیدائشی باکمال انسان تھے۔ ان کا آبائی سلسلۂ نسب امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے۔ اور ان کی ننھیال کا سلسلہ نسب خلیفۂ اول امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے جا ملتا ہے۔ ان کی ددھیال اور ننھیال میں بڑے بڑے پاکیزہ نفوس، ارباب علم و عرفان اور اصحاب قلم و علَم گذرے ہیں۔

یہ بات حضرت شاہ ولی اللہ کے تقریباً تمام تذکرہ نویس لکھنا بھول گئے ہیں کہ وہ قصبہ پھلت ضلع مظفر نگر میں ۱۱۱۴ھ میں پیدا ہوئے۔ ان کے نانا شیخ محمد پھلتیؒ تھے جو ایک بلند معیار صوفی اور درویش تھے۔ حضرت شاہ عبد الرحیم رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت اور مجاز تھے۔ ان کی عفت مآب صاحبزادی فخر النساء حضرت شاہ صاحب کی والدہ ماجدہ تھیں۔ شیخ محمد کے صاحبزادے شاہ عبید اللہ پھلتی، حضرت شاہ ولی اللہ کے حقیقی ماموں اور خسر تھے ان کا مقام بھی مشائخ پھلت میں ایک نمایاں حیثیت رکھتا ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ کے والد ماجد شاہ عبد الرحیم فاروقیؒ بھی جامع کمالات بزرگ تھے انہوں نے اپنے بھائی شاہ ابو الرضا محمد اور خواجہ خرد کے علاوہ مشہور ماہر علوم عقلیہ میر زاہد ہروی سے بھی اخذ علوم کیا تھا۔ انہوں نے سلسلۂ آدمیہ مجددیہ میں حافظ سید عبد اللہ اکبر آبادیؒ سے اور سلسلہ ابو العلائیہ میں خلیفہ ابو القاسم اکبر آبادیؒ سے نیز سلسلۂ چشتیہ میں سید عظمت اللہ چشتی اکبر آبادیؒ سے فیض حاصل کیا تھا۔ شاہ عبد الرحیمؒ کے والد شیخ وجیہ الدینؒ بھی بڑے دیندار، پابند وضع، ذی علم اور شجاع شخص تھے ددھیال اور ننھیال کے علمی اور روحانی ماحول نے حضرت شاہ ولی اللہ کی سیرت پر بہت بڑا اثر ڈالا۔ آپ کے والد ماجد شاہ عبد الرحیم فاروقیؒ نے آپ کی تعلیم و تربیت میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ دس سال سے کم عمر تھی کہ حافظِ قرآن مجید ہوئے اور اس کے بعد سولہ سال کی عمر تک تمام علوم عقلیہ و نقلیہ سے فراغت حاصل کر لی۔ فراغت کے بعد جب کہ آپ کے والد ماجد کا سایہ آپ کے سر سے اٹھ گیا تو ان کی جگہ سترہ سال کی عمر میں مسند نشینِ علم و معرفت ہوئے، اور صد ہا تشنگانِ علوم اور طالبانِ معرفت کو فیض یاب کیا۔ آپ نے مدرسہ رحیمیہ کو ترقی دی اور دہلی کے اندر کارِ تعلیم و تدریس کو فروغ دیا اپنے والد کی وفات کے ۱۲، ۱۳ سال کے بعد ۱۱۴۳ھ میں بغرض حج و زیارت و تحصیل علم حصولِ حدیث آپ حجاز مقدس چلے گئے۔ وہاں دو سال رہے اور شیخ ابو الطاہر مدنی کردیؒ وغیرہ جیسے مشہور و معروف محدثین سے اخذ فیض کیا۔ آپ کے اندر جو خداداد ذہانت اور ذکاوت تھی اس کو دیکھ کر وہاں کے اساتذۂ حدیث بہت خوش ہوئے، اور انہوں نے آپ کی طباعی کا بڑے اچھے الفاظ میں اظہار کیا۔

حجاز مقدس سے واپس آ کر بھی حضرت شاہ صاحب درس دیتے رہے۔ لیکن اب آپ کی مشغولیت تصنیف و تالیف میں زیادہ ہو گئی۔ آپ کی تصانیف میں ازالۃ الخفا اور حجۃ اللہ دو بہترین کتابیں ہیں جن کی نظیر ملنا مشکل ہے۔

ان کے علاوہ بھی درجنوں کتابیں اور رسائل آپ نے تصنیف کیئے۔ ہر فن میں ید طولیٰ رکھتے تھے خصوصاً حدیث، تفسیر اور فقہ و تصوف میں جو کتابیں لکھیں ان میں ایک محققانہ شان اجتہاد جھلک رہی ہے توحید وجودی اور توحید شہودی کے مسائل پر بھی آپ نے لکھا اور اس نزاع کو نزاع لفظی قرار دیا۔ تمام مشائخ طریقت سے حسن ظن پیدا کرنے کے لیئے آپ نے اپنی تصنیفات میں پوری پوری کوشش فرمائی۔ الانتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ، قول الجمیل، ہمعات، ہوامع، تفہیمات الٰہیہ، خیر کثیر، بدور بازغہ اور قرۃ العینین وغیرہ کتابیں آپ کی بلندی، استعداد اور بلند پایہ بصیرت پر شاہد عدل ہیں۔ آپ نے فارسی زبان میں قرآن مجید کا ترجمہ کیا جس کا نام فتح الرحمٰن ہے وہ بھی اتنا معیاری ہے کہ جس کی نظیر فارسی زبان کے کسی ترجمہ میں نہیں ملتی۔ اس فارسی ترجمہ اور اس کے فوائد میں جو رموز اور مصالح ہیں ان کا ادراک وہی لوگ کر سکتے ہیں جنہوں نے قرآن مجید کی متعدد تفاسیر اور متعدد تراجم کا مطالعہ کیا ہو۔

آپ نے فوز الکبیر اصول تفسیر میں ایک رسالہ لکھا جو حجم و ضخامت کے لحاظ سے کم اور معانی کے لحاظ سے بہت جامع اور پُر مغز ہے۔ اس کا عربی ترجمہ بھی ہو گیا ہے۔ اس رسالہ سے حضرت شاہ صاحب کی تفسیر قرآن کی مہارت کا پتہ چلتا ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہؒ نے مغلیہ دور کے کئی بادشاہوں کا زمانہ دیکھا۔ ان کی سیاسی بصیرت اور حکمت عملی نے اپنے زمانے کے بعض بادشاہوں کو بھی دعوت نظام عدل دی ہے اور ان کے سامنے انتظام ملک و مال کا نقشہ پیش فرمایا ہے۔ آپ کے وہ خطوط جو اس وقت کی سیاست کے آئینہ دار ہیں۔ اس بات کی شہادت دیتے ہیں کہ آپ کو عقل معاد کے ساتھ ساتھ عقل معاش سے بھی کافی وافی حصہ ملا تھا۔

آپ کے روحانی مسترشدین بھی کافی تعداد میں تھے جن میں حضرت شاہ محمد عاشق پھلتیؒ کی حیثیت سب میں ممتاز ہے حضرت شاہ ابو سعید حسنی رائے بریلویؒ جو حضرت سید احمد شہیدؒ کے نانا تھے۔ تصوف و معرفت میں آپ کے فیض یافتہ اور تربیت یافتہ خلیفہ و مجاز تھے

آپ کے صاحبزادے شاہ عبد العزیز محدث دہلویؒ آپ کے تمام علوم ظاہری و باطنی کے حامل تھے۔ حضرت شاہ ولی اللہ کے بعد شاہ محمد عاشق پھلتی اور شاہ عبد العزیز محدث دہلوی کے ذریعہ علوم ولی اللّٰہی زیادہ سے زیادہ اشاعت پذیر ہوئے۔

شاہ محمد عاشق پھلتیؒ، حضرت شاہ ولی اللہ کے ماموں زاد بھائی بھی ہیں، برادر نسبتی بھی ہیں، شاگرد بھی ہیں اور مرید و خلیفہ بھی — وہ حجاز مقدس میں شاہ صاحب کے ساتھ حدیث کے درس میں بھی شریک رہے ہیں۔ ان کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ انہوں نے حضرت شاہ صاحب کی کتابوں کے مسودات کو جمع کیا اور بڑی لگن سے ان کی تبییض و ترتیب میں حصہ لیا۔ یہ کام انہوں نے شاہ صاحب کی حیات میں بھی کیا اور بعد کو بھی وہ خود بھی صاحب تصنیف تھے۔ رسالہ سبیل الرشاد سلوک میں ان کا بہترین شاہکار ہے[1]۔

شاہ محمد عاشقؒ نے حضرت شاہ ولی اللہؒ کے مکاتیب کے جمع کرنے کی طرف بھی توجہ فرمائی۔ شروع میں ان کے صاحبزادے شاہ عبد الرحمٰن، شاہ صاحب کے خطوط و مکاتیب جمع کرتے رہے ان کی وفات کے بعد خود شاہ محمد عاشق پھلتی نے اس کام کو بڑی محنت و جانفشانی سے پایۂ تکمیل تک پہنچایا۔ اس مجموعہ کے سیاسی مکتوبات احقر کے اردو ترجمہ اور پروفیسر خلیق احمد نظامی سلمہ کے مقدمہ اور حواشی کے ساتھ ندوۃ المصنفین اردو بازار جامع مسجد دہلی کے زیر اہتمام شائع ہو چکے ہیں۔ بقیہ دوسرے زائد علمی اور دینی مکتوبات احقر کے ترجمہ، مقدمہ اور حواشی کے ساتھ انڈین انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک اسٹڈیز پنچکوئیاں روڈ نئی دہلی کے اہتمام سے عنقریب شائع ہونے والے ہیں۔ ان خطوط کے مطالعہ سے بھی حضرت شاہ ولی اللہ کی زندگی کے حالات پر کافی روشنی پڑے گی اور بہت سی ایسی معلومات سامنے آئیں گی جو ان خطوط کے علاوہ ان کی تصنیفات میں کہیں نہیں ملتیں۔

حضرت شاہ محمد عاشق پھلتیؒ نے حضرت شاہ عبد العزیز اور ان کے بھائیوں کی تعلیم و تربیت میں بھی بڑا حصہ لیا۔ ۱۱۷۶ھ میں حضرت شاہ ولی اللہ کا وصال ہوا تو اس وقت شاہ عبد العزیز صاحب کی عمر سولہ سال کی تھی۔ اپنے والد ماجد سے بھی بہت کچھ پڑھ چکے تھے مگر حضرت شاہ محمد عاشق کی تربیت نے آپ کی علمی و روحانی استعداد میں جلا پیدا کی۔

---

[1] کتب خانہ قاضی شہر رامپور اور رضا لائبریری رامپور میں اس کے قلمی نسخے موجود ہیں۔

حضرت شاہ عبدالعزیزؒ، حضرت شاہ ولی اللہ کی زوجہ ثانیہ کے سب سے بڑے لڑکے تھے۔ پہلی زوجہ کے بطن سے شیخ محمد تھے جنہوں نے بڈھانہ ضلع مظفر نگر میں سکونت اختیار کرلی تھی اور وہیں وفات پائی اور بڈھانہ کی جامع مسجد کے ایک گوشہ میں مدفون ہوئے۔

شاہ عبدالعزیز صاحب کے تین حقیقی بھائی اور تھے جن کے اسماء مبارک یہ ہیں۔

(۱) شاہ رفیع الدین عبدالوہاب (۲) شاہ عبدالقادر (۳) شاہ عبدالغنی۔

یہ سب بھائی علمی استعداد اور ذہانت و ذکاوت نیز بلندیٔ اخلاق اور پابندیٔ شرع میں یگانہ روزگار تھے حضرت شاہ عبدالعزیز نے مسند علم و عرفان پر بیٹھ کر اپنے والد ماجد کی جانشینی کا پورا پورا حق ادا کیا۔ انہوں نے اپنے شاگردوں اور مریدوں کی بہت بڑی تعداد چھوڑی۔ ان میں سے چند نمایاں شخصیتوں کے نام یہ ہیں۔

ان کے تینوں چھوٹے بھائی، دو برادر زادے یعنی شاہ محمد اسمٰعیل شہید اور شاہ مخصوص اللہ نیز دو نواسے یعنی شاہ محمد اسحٰق فاروقی محدثؒ (مہاجر) اور مولانا محمد یعقوب فاروقی محدثؒ (مہاجر) ان کے علاوہ شاہ غلام علی دہلویؒ، مولانا مفتی الٰہی بخش نشاط کاندھلویؒ، رشید الملت مولانا رشید الدین دہلویؒ، مولانا کرم اللہ محدث دہلویؒ، مولانا سلامت اللہ کشفی بدایونی ثم کانپوریؒ مولانا حسین احمد ملیح آبادیؒ وغیرہم حضرت شاہ عبدالعزیز سے اجازت حدیث پانے والوں میں منجملہ اور اکابر کے حضرت شاہ فضل رحمٰن گنج مراد آبادیؒ بھی ہیں

حضرت شاہ عبدالعزیز محدثؒ کی تصانیف اور رسائل بھی ان کی اعلیٰ و اکمل علمی استعداد کی اطلاع دینے والے ہیں۔ ان میں تحفۂ اثنا عشری اور تفسیر عزیزی کی تو نظیر نہیں ملتی۔ دیگر کتب بھی حقائق و معارف سے لبریز ہیں افسوس کہ آپ کے بہت سے مسودات اور خطوط انقلاب زمانہ کے ہاتھوں ضائع ہوگئے۔

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ نے ۸۰ سال کی طویل عمر پائی۔ زندگی کے آخری کئی سال ظاہری بصارت جاتی رہنے سے اور دیگر امراض کے غلبہ کی بناء پر آپ درس و تدریس سے معذور ہوگئے تھے اور آپ کے بھائیوں شاہ رفیع الدین اور شاہ عبدالقادر نے مسند درس کو سنبھال لیا تھا انہوں نے حضرت شاہ ولی اللہؒ کی پیدا کی ہوئی تعلیمی و تدریسی، تالیفی اور تصنیفی سرگرمیوں میں ذرا فرق نہ آنے دیا۔

آپ کے سب سے چھوٹے بھائی شاہ عبدالغنی تھے جو خود تو زیادہ مشہور نہیں ہوئے لیکن اپنے صاحبزادے شاہ محمد اسمٰعیل شہیدؒ دہلوی کی وجہ سے ان کو بڑی شہرت حاصل ہوئی شاہ رفیع الدینؒ اور شاہ عبدالقادرؒ نے بھی دیگر تصانیف کے علاوہ اردو زبان میں قرآن کے ترجمے کئے جو شائع ہو چکے ہیں۔ ان ترجموں میں بڑی لطافتیں اور بہت سی خوبیاں ہیں جو اہل نظر سے پوشیدہ نہیں۔ ان ترجموں میں ہندی الفاظ کو کثرت سے استعمال کیا گیا ہے۔

ایک بات یہ قابل ذکر ہے کہ ان چاروں بھائیوں میں عمر کے لحاظ سے جو سب سے چھوٹا تھا اس نے سب سے پہلے انتقال کیا۔ اور سب سے بڑے نے سب سے آخر میں۔ درمیانی دو بھائیوں کا انتقال بھی اسی ترتیب سے ہوا یعنی شاہ عبدالقادر صاحب کا پہلے اور شاہ رفیع الدین صاحب کا بعد کو۔

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ کے بعد ان کے نواسے شاہ محمد اسحٰق محدث دہلویؒ نے اپنے نانا کی جانشینی کا حق ادا کیا ہنگامہ ۱۸۵۷ء مطابق ۱۲۷۳ھ سے پندرہ سال پہلے ۱۲۵۸ھ میں وہ ہجرت فرما گئے تھے۔

ان کے باکمال تلامذہ کی تعداد بھی بہت زیادہ ہے جن میں مفتی عبدالقیومؒ ابن مولانا عبدالحئی بوڈھانویؒ، شاہ عبدالغنی مجددی مہاجر مدنیؒ، قاری عبدالرحمٰن محدث پانی پتیؒ، صاحب مظاہر حق نواب قطب الدین خاں دہلویؒ مولانا احمد علی محدث سہارنپوری، مولانا شیخ محمد محدث تھانویؒ، مولانا عالم علی نگینوی ثم مرادآبادیؒ اور مولانا نذیر حسین محدثؒ وغیرہم بھی شامل ہیں ان میں مولانا شاہ عبدالغنی فاروقی مجددیؒ کا سلسلۂ فیض بہت وسیع ہے۔ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ اور حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ نے انہی سے خانقاہ شاہ غلام علی میں درس حدیث حاصل کیا تھا۔

سہارنپور میں حضرت مولانا احمد علی سہارنپوری، گنگوہ میں حضرت مولانا رشید گنگوہیؒ دیوبند میں حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتویؒ، میرٹھ میں حضرت مولانا محمد قاسمؒ۔ مرادآباد میں مولانا عالم علیؒ اور رامپور میں مولانا حسن شاہ محدث بعدہٗ مولانا محمد شاہ محدثؒ نے درس حدیث کا سلسلہ تا دیر جاری رکھا۔ آخر میں حضرت مولانا خلیل احمدؒ اور

(باقی ۲۲ پر)

تحریر۔ آغا سلمان باقر

عاشقانِ رسول ﷺ کا جذبۂ ایمانی

صحابہ کرام رضی اللہ عنہ

رسول اللہ کے اخلاق و کردار اور آپ کے فرمان کی اطاعت میں بڑی سے بڑی تکلیف بخوشی برداشت کرتے تھے۔ اور اموال واملاک تو کیا، اپنی جانیں تک قربان کرنے کے لیے تیار ہو جاتے یہ جذبہ صرف عشق رسول سے پیدا ہوا تھا۔

رسول اللہ کا فرمان ہے۔

"تم میں سے کوئی کامل ایماندار نہیں ہو سکتا جب تک میں اس کے لیے اس کی اولاد، ماں باپ اور تمام دوسرے لوگوں میں زیادہ محبوب نہ بن جاؤں"

چنانچہ صحابہ کرام کی تمام زندگی گواہ رہی ہے کہ انہیں ذاتِ رسول اقدس دنیا کی ہر شے سے پیاری اور محبوب تھی۔ غزوۂ تبوک کے زمانے میں سخت گرمی کا موسم تھا۔ حضرت خثیمہ رض کسی وجہ سے اس جنگ میں شریک نہ ہو سکے ایک دن وہ نماز مغرب کے بعد گھر آئے، انہوں نے دیکھا کہ ان کی بی بی نے ان کی راحت اور آرام کے لیے چھت پر چھڑکاؤ کیا ہوا ہے۔ پانی سرد کیا ہے اور عمدہ کھانا تیار کیا ہے۔ یہ سب سرد سامان دیکھ ان کا چہرہ جذبات سے سرخ ہو گیا۔ اور کہنے لگے کہ رسول اللہ تو لُو اور شدت کی گرمی میں کھلے میدان میں ہوں اور میں پر تکلف غذا سے لطف اندوز ہوں یہ ناممکن ہے۔ خدا کی قسم یہ نہیں ہو سکتا اور اسی وقت رخت سفر باندھا اور میدانِ تبوک کی طرف روانہ ہو گئے۔

ہجرت کر کے حضور مدینہ منورہ پہنچے تو ہر ایک کی دلی تمنا تھی کہ حضور کی مہمانی کا شرف اسے حاصل ہو۔ یہ شرف بالآخر حضرت ابو ایوب انصاری رض کو حاصل ہوا۔ حضور نے مکان کے نچلے حصے میں قیام فرمانا پسند کیا ایک دن اتفاقاً چھت پر پانی سے بھرا ہوا گھڑا ٹوٹ گیا۔ چھت چونکہ پختہ نہ تھی حضرت ابو ایوب انصاری رض کو خیال آیا۔ کہ کہیں چھت ٹپکے اور پانی نیچے پہنچے اور حضور کو تکلیف ہو۔ ان میاں بیوی کے پاس ایک لحاف تھا انہوں نے اسے بہتے ہوئے پانی پر ڈال دیا۔ تاکہ پانی لحاف میں جذب ہو جائے۔ یہ رات دونوں میاں بیوی نے خوشی کے ساتھ سردی میں بسر کی صبح ابو ایوب انصاری رض حضور اکرم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور رات کا واقعہ بیان کیا اور پھر درخواست کی کہ حضور ؐ اوپر کے حصے میں تشریف رکھیں حضور نے دعائے خیر دی اور بمشکل بالاخانے پر ٹھہرنا منظور فرمایا۔

ایک مرتبہ ایک بدو رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور جوش محبت سے بیتاب ہو کر آگے بڑھا اور بڑھ کر آپ کی قمیص کو جو آپ نے زیب تن کر رکھی تھی الٹ دیا اور آپ کے جسم مبارک سے لپٹ گیا اور جسم اقدس کو چوم لیا۔ حضرت اسید بن حضیر رض بڑے خوش طبع اور شگفتہ مزاج آدمی تھے۔ ایک دفعہ حضور نے از راہ مذاق ان کے پہلو میں چھڑی چبھو دی انہوں نے کہا کہ میں اس کا انتقام آپ سے لوں گا۔ رسول اللہ فوراً اسلامی مساوات کے پیش نظر اس پر راضی ہو گئے۔ لیکن اسید بن حضیر نے کہا کہ جس طرح چھڑی چبھوتے وقت میرا جسم برہنہ تھا۔ اسی طرح آپ کے جسم پر بھی قمیص نہیں ہونی چاہیے۔ آپ نے قمیص اوپر اٹھا دی۔ آپ کے قمیص اوپر اٹھانے کی دیر تھی کہ وہ بے قرار ہو کر آپ سے لپٹ گئے پہلوؤں کے بوسے لیے اور عرض کیا یا رسول اللہ میرا حقیقی مقصد یہی تھا۔ ورنہ میں اور آپ سے انتقام لیتا۔ میں یہ گستاخی کبھی نہیں کر سکتا تھا اب آپ مجھے جو دل چاہے سزا دیجئے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اور دیدار سے جب صحابہ سیر نہ ہوئے تو انہوں نے اپنی محبتِ رسول کی آگ بجھانے کے لیے عجیب عجیب طریقے اختیار کیے۔ لیکن ان کی آگ بھڑکتی گئی ٹھنڈی نہ ہوئی حضرت ربیعہ بن کعب اسلمی رض آپ کے خادم تھے۔ ایک بار حضور نے فرمایا کچھ مانگو وہ کہنے لگے جنت میں حضور کی رفاقت کا متمنی ہوں۔ ارشاد ہوا کچھ اور؟ بولے بس صرف اسی چیز کی تمنا ہے حضور نے فرمایا اگر یہی دولت چاہتے ہو تو نماز

بکثرت پڑھو حضور کے وصال کے بعد جب بھی آپ یاد آتے صحابہ کرام بے اختیار رو پڑتے اور حضور سے ابدی رفاقت کا تصور انہیں بے تاب کر دیتا۔

جس سے بھی انسان کو عشق ہو جائے۔ اس کی رضا آدمی کی عادت ثانیہ بن جاتی ہے۔ چنانچہ صحابہ کرام ہر کام میں حضور کے منشا اور پسند کو ملحوظ رکھتے تھے۔ حضور کی ناراضگی، خدا کی ناراضگی سمجھتے تھے اور اس فعل سے بہت گھبراتے تھے۔ حضرت سعد رض بہت زیادہ سیاہ فام تھے۔ ایک مرتبہ حضور نے ان کی جان نثاری سے خوش ہو کر فرمایا سعد! تم شادی کیوں نہیں کرتے؟ سعد نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھ جیسے کالے کلوٹے اور بدصورت انسان کو کون اپنی لڑکی دینا پسند کرے گا آپ نے فرمایا جاؤ۔ قبیلہ ثقیف کے سردار سے کہو کہ مجھے رسول اللہ نے بھیجا ہے مجھ سے اپنی لڑکی کا نکاح کر دو۔ سعد نے جا کر پیغام دیا۔ سردار اس کالے کلوٹے شخص کو دیکھ کر بہت برہم ہوا۔ اور کہنے لگا میں اپنی خوبصورت بیٹی کا نکاح اس کالے حبشی سے کر دوں! یہ نہیں ہو سکتا۔ اور انکار کر دیا جب سعد رض جانے لگا تو پردے کی اوٹ سے آواز آئی کہ اے جانے والے رک جا۔ سعد رض رک گئے۔ پھر یہ آواز آئی اگر یہ حضور اکرم کا ارشاد گرامی ہے تو یہ حبشی مجھے بسر و چشم قبول ہے۔ اس کے بعد سردار کی بیٹی نے اپنے باپ کو سمجھایا کہ آپ نے رسول اللہ کے پیغام پر ناک بھوں چڑھایا اور حضور کے ارشاد کی تکمیل سے انکار کیا اور اسلام تو اللہ اور اس کے رسول کی خوشنودی کے لیے سب کچھ قربان کر دینے کا نام ہے بہتر ہے کہ آپ رسول اللہ کی خدمت میں جا کر معافی مانگیں۔ بیٹی کی باتوں کا باپ کے دل پر خوب اثر ہوا۔ اور حضور کی بارگاہ میں حاضر ہو کر معذرت کی۔ اور بالآخر اس کالے حبشی کی شادی ایک خوب صورت اور معزز عرب دوشیزہ سے انجام پائی۔

قریش مکہ نے حضرت خبیب رض کو چند روز قید خانے میں بھوکا پیاسا رکھا اور پھر تختہ دار کے پاس لے جا کر کہا کہ اب بھی اسلام سے دست بردار ہو جاؤ۔ انہوں نے جواب دیا کہ اگر اسلام کی دولت پاس نہ ہو۔ تو جان بچانے سے فائدہ کیا ہوگا اور صرف دو رکعت نماز پڑھنے کی آخری خواہش ظاہر کی اور سولی پر چڑھ کر شہادت پائی۔

ایک غزوہ کے بعد جب مسلمان واپس آئے تو ایک عورت جس کا باپ بھائی اور شوہر جنگ میں شریک تھے بڑی بے تابی سے باہر نکلی لوگوں نے اسے بتایا کہ تمہارا باپ بھائی اور شوہر جنگ میں شہید ہو گئے۔ تو عورت نے کہا میں کسی اور کو نہیں پوچھتی۔ مجھے یہ بتاؤ کہ رسول اللہ کہاں ہیں اور کیسے ہیں لوگوں نے جواب دیا کہ آپ بفضل خدا بخیر و عافیت ہیں۔ تو وہ کہنے لگی کہ ذرا مجھے دکھا دو۔ جب اس نے آپ کی صورت مبارک کو دیکھا تو بے اختیار بول اٹھی کہ "آپ سلامت رہیں تو میں ہر ایک مصیبت برداشت کر سکتی ہوں۔"

عشق بعض مرتبہ دیوانگی کی شکل اختیار کر جاتا ہے صحابہ رض کرام کی زندگی کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جہاں بھی ان کے سامنے رسول

(باقی ۲۸ پر)

بقیہ: امام ولی اللہ

حضرت مولانا نانوتوی کے دو باکمال شاگردوں یعنی راس الاذکیا، حضرت مولانا سید احمد حسن محدث امروہی اور شیخ الہند حضرت مولانا حضرت مولانا محمود حسن محدث دیوبندیؒ کے ذریعہ تشنگان علم حدیث کو حوض ولی اللٰہی سے بڑی سیرابی و شادابی حاصل ہوئی۔ ان حضرات کے ذریعہ ہندوستان کے ہر ہر صوبے اور ہر ہر گوشے کے علاوہ بیرون ہند میں بھی فیوض ولی اللٰہی کا سلسلہ پھیلتا رہا۔ آخر دور میں ولی اللٰہی علمی خاندان سے تعلق رکھنے والے حضرات میں حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ، حضرت مولانا حافظ عبد الرحمٰن صدیقی مفسر امروہیؒ، وقار المحدثین حضرت مولانا محمد انور شاہ محدث کشمیریؒ، شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ۔ حضرت مولانا عبید اللہ سندھیؒ۔ حضرت مفتی محمد کفایت اللہ شاہ جہان پوری ثم دہلویؒ حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ اور حضرت مولانا سید فخر الدین احمد محدثؒ وغیرہم نے عرب و عجم میں اپنی تصنیفی و تدریسی خدمات سے ملت اسلامیہ اور امت محمدیہ کے افراد کو بڑا فائدہ پہنچایا۔ ان کے تعلیمی مستفیدین کے علاوہ روحانی مسترشدین کا حلقہ بھی آفاق گیر ہے، اور آج بھی دار العلوم دیوبند، مظاہر علوم سہارنپور، دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ، مدرسہ اسلامیہ عربیہ امروہہ مدرسہ شاہی مراد آباد کے علاوہ میرٹھ، مظفر نگر، گلاؤٹھی، خورجہ سنبھل، علی گڑھ، نگینہ، بریلی، شاہ جہانپور۔ مئو ناتھ بھنجن مبارک پور، سرائے میر، بنارس نیز بہار و بنگال، گجرات، علاقہ حیدر آباد دکن، بھوپال، ٹونک، صوبہ مدراس اور پاکستان کے تمام تدریس حدیث کے ادارے اور اہل حق کی مشہور درس گاہیں سب سلسلۂ ولی اللٰہی سے وابستہ و مربوط ہیں۔ اور بقول حضرت شیخ الحدیث دامت برکاتہم برصغیر (ہند و پاکستان) میں اہل سنت و جماعت کا کوئی ایسا دینی و تعلیمی ادارہ اور تدریس قرآن و حدیث کا مدرسہ باوجود تفتیش و تلاش کے معلوم نہ ہو سکا، جس کا تعلق حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے سلسلہ سے نہ ہو۔

جامعیتِ شانِ مصطفےٰ

ارسال کردہ:۔ مفتی رشید احمد ارشد مدرسہ قاسم العلوم سارولی وزیر آباد

اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ پ۵ ع۔

ترجمہ: جس نے رسولِ اکرم صلعم کی اطاعت کی پس تحقیق اس نے اللہ کی اطاعت کی۔

رسول صلعم مطاعِ مطلق ہیں

اس آیت مبارکہ میں پروردگارِ عالم نے رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کو مطاعِ مطلق قرار دیا ہے جن کی اطاعت ہر انسان ہر قوم پر ہر زمان و مکان میں لازمی اور واجب قرار دیتے ہوئے کیا پیارا عنوان اختیار فرمایا کہ میرے اس پاک نبی صاحبِ لولاک و معراج پیغمبر صلعم کی اطاعت میری اطاعت ہے جب اطاعت رسولِ اکرم صلعم اطاعتِ خدا ٹھہری پھر مقامِ شان اور شان رسول ہاشمی کا کیا کہنا۔

رخ مصطفےٰ ہے وہ آئینہ کہ اب ایسا دوسرا آئینہ
نہ ہماری بزمِ خیال میں نہ دوکانِ آئینہ ساز میں

بلکہ اگر میں بڑھ کر یہ کہہ دوں تو موزوں تر ہوگا کہ آقا۔

تیری معراج کہ لوح و قلم تک پہنچا
اور میری معراج کہ تیرے قدم تک پہنچا

عظمت خاندان پیغمبر و نسب پیغمبر صلعم

خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کا خاندان کرۂ ارضی پر سب سے بہتر خاندان تھا آپ کی خاندانی شرف و مجدیت کی گواہی اپنے تو اپنے بیگانوں نے بھی دی۔ چنانچہ ابوسفیان نے شاہِ روم کے دربار میں گواہی دی کہ ان کی قوم اقوامِ عالم میں بہتر اور ان کا خاندان و قبیلہ تمام قبائل میں ذی قدر و محتشم ہے سلسلہ نسب کا شجرۂ طوبیٰ ذبیح اللہ حضرت اسماعیل سے جا ملتا ہے۔ آپ کا شجرہ عالیہ یہ ہے۔ محمد بن عبداللہ بن المطلب بن ہاشم بن عبدالمنان بن قصی بن کلاب بن مرہ الخ ــــ

رسولؐ کے سوا کوئی مطاعِ مطلق نہیں

وَمَا کَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَۃٍ اِذَا قَضَی اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَمْرًا اَنْ یَّکُوْنَ لَھُمُ الْخِیَرَۃُ پ ع

ترجمہ اور کسی مومن مرد کسی مومنہ عورت کو حق نہیں (پہنچتا) کہ جس وقت اللہ اور اس کا رسول کسی بات کا فیصلہ کر دے تو انہیں کوئی اختیار باقی رہا ہو"

یہاں تو رب کریم نے اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے سامنے شاہ و گدا۔ امیر و غریب۔ حاکم و رعایا۔ اجیر و آجر الغرض تمام بنی نوع انسان کے اختیار کو سلب کرتے ہوئے لا کے ساتھ تہہ تیغ کر دیا۔ اب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک حکم کے پہنچنے کے بعد ایک بندۂ مومن و مسلم کے لیے سرِ تسلیم خم کرنے کے سوا کوئی چارہ کار باقی نہیں۔ مَا اٰتَاکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَھٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا پ۲۸ ع

جو رسول تم کو دے پکڑ لو جس سے روکیں پس رک جاؤ۔

سرِ تسلیم خم ہے جو مزاجِ یار میں آئے
خوشی ہے آپ کی جس میں اسی میں ہے خوشی میری

آفتاب رسالت چمکا بہاروں میں بہار آئی

ساقی کوثر شافع محشر ماہِ ربیع الاول میں واقعہ فیل سے ۵۵ دن بعد سوموار کی صبح کو پیدا ہوئے۔ حضرت یحییٰ و حضرت داؤد بھی موسمِ بہار میں پیدا ہوئے۔ سوموار کا دن تاجدار مدینہ کی زندگی میں نہایت اہم حیثیت رکھتا ہے کیونکہ آپ کی ولادت نبوت ہجرت اور وفات سب سوموار کو ہوئیں (سیرت رحمۃ العالمین ص۴۲ ج۱)

رحمۃ اللعالمین کی ولادت کیا تھی اور آفتاب رسالت مہر درخشاں بن کر کیا چمکا کہ بہاروں میں بہار آ گئی اور آپ کی پیدائش کو قسامِ ازل نے ربیع الاول یعنی سب سے پہلی بہار قرار دیکر بتلا دیا کہ اگرچہ یہ سب سے آخر پیدا ہوئے مگر سب سے پہلی بہار بنا کر بہاروں میں بہار لانے والے پیدا کیے گئے

فوجهی والزمان وشمعوذ وصفحی

تبسّم فی تبسّم فی تبسّم

آپ کا وقت ولادت سحر ہے صبح صادق اس فانی سورج کی خبر دے رہا تھی تھی پر اسے کیا خبر تھی کہ دنیا کا یہ مادی سورج بعد میں طلوع ہوگا مگر اس سے پہلے روحانی سورج جڑی ہوئی دنیا میں نیر تاباں مہر درخشاں بن کر طلوع ہو چکا ہوگا۔

جامعیت شانِ مصطفےٰ

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کمالات کا مجموعہ احسانات کا منبع اور بنی نوع انسان کے لیے محاسن کا مخزن بن کر مبعوث ہوئے۔ آپ نے ایک طرف حضرت عیسیٰؑ کی طرح ستائے اور جھٹلائے جانے پر صبر و شکر کیا حضرت یحییٰؑ کی طرح صدائے علم پہنچا کر بستیوں اور بیابانوں کے ویرانوں میں پہنچایا۔ حضرت عیسیٰؑ کی طرح خانہ خدا کی عظمت و کبریائی کو از سر نو زندہ فرمایا حضرت ایوبؑ کی طرح صبر و شکیبائی کے ساتھ شعب ابی طالب میں جفا و جور کی محصوری کے دن کاٹے لیکن پھر بھی قلب مصطفےٰ ثنائے خدا سے لبریز تو زبان مصطفےٰ حمد و ستائش سے زمزمہ سنج۔ آپ نے حضرت نوحؑ کی طرح برگشتہ بخت قوم کو خفیہ و علانیہ، خلوت و جلوت، شب و روز، میلوں اور جلسوں، گزرگاہوں اور راہوں پر، ریگزاروں اور میدانوں میں دین اسلام کی تبلیغ فرمائی۔ آپ نے خلیل اللہ کی طرح سرکش دنیا فرعون قوم سے علیحدگی اختیار کر کے مادر وطن کو چھوڑ کر شجرۂ طیبۂ اسلام کو لگانے کے لیے پاک زمین کی تلاش و جستجو میں رہ نوردی کی۔ اور شب تاریک میں ہجرت کر حضرت داؤدؑ کی طرح نکلنے میں کامیاب ہوئے۔ آپ حضرت یونسؑ کی طرح (جنہوں نے تین دن مچھلی کے پیٹ میں رہ کر پھر بھی ربی اپنی منادی کی صدا دی) غارِ ثور کے شکم میں تین دن رہ کر مدینہ منورہ میں کلمۃ اللہ کو سربلند رکھا۔ آپ نے حضرت موسیٰؑ کی طرح (جنہوں نے بنی اسرائیل کو فرعونِ مصر کی غلامی سے آزاد کرایا تھا) شمالی عرب کو قسطنطنیہ کی قید ملوکیت سے اور مشرقی عرب کو کسریٰ ایران کی زنجیرِ غلامی سے اور جنوبی عرب کو شاہ حبش کے طوقِ بندگی اور سلاسلِ اطاعت سے آزاد کرایا۔

آپ نے حضرت سلیمانؑ کی طرح مدینہ منورہ میں خدائے واحد کا گھر بنایا جو ہمیشہ کے لیے ضیائے توحید سے پرنور اور یاد خدا کرنے والوں سے پرسرور رہا ہے۔ جسے کوئی وقت کا بخت نصر جیسا سیاہ بخت ویران نہ کر سکا اور نہ ہی قیام قیامت تک کر ہی سکے گا۔

آں واحد میں آپ جامع ترین

میں کیا کہوں حضرت یوسفؑ کی طرح ظلم و ستم اور جفا و جور ڈھانے والے برادرانِ مکہ کے لئے تجھ سے غلط ہم پہنچایا۔ اور فتح مکہ کے دن لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ (آج کے دن تم پر کوئی پکڑ نہیں) کا مژدہ جانفزا سنا کر اَنْتُمُ الطُّلَقَاء (تم آزاد ہو) کے فرمان مصطفوی صلعم سے ان کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے پابندِ احسان و منت کر دیا۔

الغرض خلاصہ یہ ہے

آپ ایک ہی وقت میں حضرت موسیٰؑ کی طرح صاحبِ تخت و حکومت بھی تھے اور حضرت ہارونؑ کی طرح تاج امامت بھی آپ کے سر تھا۔ ذات بابرکت حضرت نوحؑ جیسی سرگرمی۔ حضرت ابراہیم خلیل اللہ جیسی نرم دلی۔ حضرت یوسفؑ کی طرح صفتِ عفو و درگزر۔ حضرت داؤدؑ جیسی فتوحات و کامیابی۔ حضرت یعقوبؑ کا سا امت کے لیے حزن و ملال حضرت ایوبؑ کی طرح صبر و شکر۔ حضرت سلیمانؑ کی شوکت و سطوت حضرت عیسیٰؑ کی مانند خاکساری و تذلل۔ حضرت اسماعیلؑ کی طرح سب روحی کامل طور پر ظہور بخش تھی۔

ے اے کہ بر تختِ سیادت ز ازل جا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

ے آفاقہا گردیدہ ام مہر بتاں ورزیدہ ام
بسیار خوباں دیدہ ام لیکن تو چیزے دیگری

بقیہ : جذبۂ ایمانی

اللہ سے عشق و محبت اور آپ کی اطاعت کا سوال آیا وہاں دیکھنے والوں کو وہ لوگ دیوانے دکھائی دیتے اور ان کے جنونِ عشق کے واقعات عقل کو محو کر دینے والے ہیں۔ لیکن اسی دیوانگی نے انہیں اس مقام اعلیٰ تک پہنچایا جہاں تک کسی اور کی رسائی نہیں ہو سکتی۔ اور یہ دیوانگی بیگانہ ہوش و خرد ہونے سے عبارت نہ تھی۔ بلکہ اتباع رسول کی علامت تھی۔

مطبوعات انجمن خدام الدین لاہور

اسلامی تعلیمات	۱۲ — ۰۰ روپے	محصولڈاک	۲/- روپے
ملفوظات طیبات	۴ — ۲۵	〃	۱/۷۵ 〃
گلدستۂ احادیث	۰ — ۷۵ پیسے	〃	۲۰ پیسے
اصلی حنفیت	۰ — ۶۰	〃	۲۰ 〃
شرح اسماء اللہ الحسنیٰ	۰ — ۶۰	〃	۲۰ 〃
نجات دارین کا پروگرام	۰ — ۶۰	〃	۲۰ 〃
مقصد قرآن	۰ — ۶۰	〃	۲۰ 〃
ضرورت القرآن	۰ — ۶۰	〃	۲۰ 〃

مطلوبہ کتابوں کی قیمت مع محصولڈاک پیشگی بذریعہ منی آرڈر آنا ضروری ہے

وقت کی قدر

بچوں کے نام
چوہدری افضل حق رحؒ کے خطوط
از راولپنڈی جیل

عزیز از جان! السلام علیکم ۔

خدا کا فضل ہے میں تندرست ہوں۔ تم سب سے زیادہ کھیلتا، کودتا اور لکھتا پڑھتا ہوں۔ مگر ایک بات یاد رکھو یہ جیل ہے۔ یہاں ہر روز کاغذی گھوڑے دوڑانا مشکل ہے۔ خط نہ بھی آئے تو سمجھ لو۔ سب اچھا ہے۔ جیل میں جب تک کوئی فرار نہ ہو یا کوئی لڑائی بلوہ نہ ہو تب تک پہریدار سب اچھا پکارتے رہتے ہیں ہاں کوئی حادثہ ہو۔ تو خطرے کی گھنٹی بجتی ہے۔ اسی طرح جب میں خود خط لکھ کر بیماری کی اطلاع نہ دوں "سب اچھا" ہی سمجھا کرو۔

ان دنوں میرا رات دن کا پروگرام سُن لو۔ رات کو دس بجے سو جاتا ہوں۔ صبح پانچ بجے اٹھتا ہوں۔ نئی کتاب کا مضمون لکھتا ہوں۔ ساڑھے چھ بجے کے قریب نماز پڑھتا ہوں، پھر ضروریات سے فارغ ہو کر ہلکی ہلکی ورزش کرتا ہوں۔ اتنے میں آٹھ بج جاتے ہیں۔ چائے تیار ہوتی ہے۔ پیٹ پوجا کر کے پھر لکھنے پڑھنے بیٹھ جاتا ہوں۔ ساڑھے گیارہ بجے تک خوب پڑھتا لکھتا ہوں۔ بارہ بجے کے قریب کھانا کھاتا ہوں پھر ذرا لیٹ جاتا ہوں۔ پھر ظہر کی نماز پڑھ کر دو بجے سے چار بجے تک انگریزی کتابوں کا مطالعہ کرتا ہوں چار بجے عصر کی نماز پڑھ کر چائے پیتا ہوں پھر ہلکی سی ورزش کرتا ہوں۔ کچھ وقت دوسرے قیدی دوستوں کے ساتھ خوش گپیوں میں گزر جاتا ہے۔ نماز مغرب کا وقت ہوتا ہے۔ نماز پڑھی۔ ریڈیو میرے کمرے ہی میں لگا ہے۔ پھر دہلی، دکن دیس ودیس کے راگ سنتے ہوتے ہیں۔ کبھی کبھی کوئی علمی تقریر بھی سنی جاتی ہے۔ بس پھر کھانا کھایا نماز پڑھی اور سو گئے، جیل اور گھر میں یہ فرق ہے کہ تم اور تمہارے بھائی بہن یہاں نہیں ورنہ جیل کھیل ہو جائے۔

دیکھی یہ تو رہا ہمارا پروگرام، اب تم اپنا بتاؤ۔ کھاتے ہو گے سو جاتے ہو گے۔ دن ہوا تو بستہ بغل میں دبا سکول چلے جاتے ہو گے جب میں بوڑھا جیل میں اتنا کام کرتا ہوں تو تم جوان کیوں نہ کرو، دیکھو بچو! جو وقت کی قدر نہیں کرتے وہ عمر بھر تکلیف اٹھاتے ہیں اور ہر کام میں پچھڑے رہتے ہیں، سب بھائی بہن اپنا اپنا پروگرام لکھو کہ دن رات میں کیا کیا کام کرتے ہو۔ بعض بچے پڑھتے ہیں تو کھیلتے نہیں، کھیلنا شروع کرتے ہیں تو کئی کئی دن کتاب اٹھا کر دیکھنا حرام ہے۔ یہ طریقہ غلط ہے۔ کھیل اور مطالعہ کے اوقات خود مقرر کرو اور ہمت سے اس پر کاربند رہو۔ یاد رکھو، محنت کے بغیر کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ محنت کے معنے مطالعہ ہی نہ سمجھو بلکہ اول توجہ اپنی صحت کی طرف مبذول کرنی چاہئے۔ جان ہے تو جہان ہے۔ صحت زندگی کی سب سے بڑی نعمت ہے۔ کمزور اور بیمار خدا کا سب سے بڑا نافرمان اور ناشکر گزار ہے۔ خدا تندرستی جیسی نعمت عطا کرے اور وہ اپنی غفلت سے ضائع کر دے۔ صحت اور تندرستی کو تمام اچھے کاموں کی بنیاد سمجھو۔ جو بچہ بیمار ہو جاتا ہے وہ ماں باپ بھائی بہن کو کتنا پریشان کرتا ہے۔ بچوں اور نوجوانوں کو چاہئے کہ وہ بڑے بوڑھوں کی خدمت کریں۔ لیکن بیمار بچے ماں باپ کو بڑی مصیبت اور حیرانی میں ڈال دیتے ہیں ہم جیسے غریب گھروں میں تو لائق اور ہونہار بچوں کی یہی نشانی سمجھنا چاہئے کہ وہ ہر وقت اپنی صحت کا خیال رکھیں اور کبھی بیمار نہ ہونے پائیں۔ ورنہ تنگ دستی کے ساتھ علاج معالجہ ناقابل برداشت بوجھ ہوتا ہے۔ جس سے گھر کی عزت اور رہے سہے وقار میں بھی فرق آتا ہے۔ بیماری اور تنگ دستی اکٹھی ہو جائیں تو کسی نہ کسی کے سامنے ہاتھ پھیلانا ہی پڑے گا۔ میں کسی عزیز بچے کے علم اور لیاقت کو نہیں دیکھتا بلکہ اول اس کی صحت کو دیکھتا ہوں۔ اگر صحت اچھی دیکھتا ہوں تو سمجھ لیتا ہوں کہ بچہ ہونہار ہے۔ ملک اور قوم کے لئے مفید ہو سکتا ہے اور چاہے گا تو ماں باپ کی خدمت کے ساتھ علم اور قابلیت بھی پیدا کر سکے گا۔ اگر کسی کو بیمار اور کمزور دیکھتا ہوں تو سمجھ لیتا ہوں یہ ناکارہ زمین کا بوجھ اور والدین کے لئے پریشانی کا باعث ہے۔ ہمیشہ ہدایت کرتا ہوں کہ صحت درست کرو۔ باقی دنیا کے کام پر طبیعت تمہیں خود ہی آمادہ کر دے گی دل اور دماغ کی تمام قابلیتیں ایک ناتواں جان میں پیدا نہیں ہو سکتیں۔ جب بری صحت کے باعث جسم کمزور ہے۔ دل اور دماغ جو جسم کا ایک حصہ ہیں۔ قدرتی طور پر کمزور ہوں گے۔ اسی لئے اس اصول کو ہمیشہ ذہن نشین رکھو کہ صحت ضائع کر کے علم اور لیاقت حاصل نہیں کئے جا سکتے جو بے وقوفی سے صحت کو مطالعہ کی نذر کر دیتے ہیں۔ وہ بعد میں ہاتھ ملتے رہ جاتے ہیں۔

کون طالب علم ایسا کرتے ہیں وہی جو سال کا بڑا حصہ آوارگی یا سستی میں گنوا دیتے ہیں۔ اور ماں باپ یا استاد کے ڈر سے امتحان میں کامیاب ہونے کے لئے سال کے آخری حصہ میں برداشت سے زیادہ محنت شروع کرتے ہیں۔ اسی لئے شروع سے اپنے اوقات کو نگاہ میں رکھو۔ پڑھنے کے وقت پڑھو کھیلنے کے وقت کھیلو۔ تاکہ سال کے آخر میں تمہیں زیادہ مغز ماری نہ کرنا پڑے لیکن کھیل کود اور آوارگی میں فرق سمجھو۔ آوارہ لڑکوں کے ساتھ بلا مطلب بازاروں میں گھومنا ورزش ہے۔ نہ کھیل کود، اور ورزش تو جسم کے اعضاء کی باقاعدہ اور منظم حرکت ہے جو روزانہ کی جائے۔ یہ بھی محنت اور مشقت ہے۔ صحت بغیر تکلیف اور صبر کے حاصل نہیں ہو سکتی۔ جسم کو مضبوط اور خوبصورت بنانے کے لئے سب سے زیادہ احتیاط اور ہمت کی ضرورت ہے۔ جسم آہستہ آہستہ بنتا ہے۔ ذرا سے خلل سے انسان کا پنجر نکل آتا ہے۔ جو قیمتی چیز مشکل سے حاصل ہو اور جس کے جلد ضائع ہونے کا احتمال ہو اس کی ہر وقت احتیاط رکھنے کی ضرورت ہے۔ صحت بڑی محنت سے بہتر ہوتی ہے۔ دنیا کی ساری کامیابیوں کا گُر یہ ہے کہ انسان دل میں یہ بات پختہ کرے کہ میں ہی اچھی بات میں اپنے سب ہم عمر یا ہم جماعت لڑکوں سے اول رہوں گا۔ یہی نہیں کہ ارادہ کرے بلکہ محنت اور تکلیف کرکے ہر روز اول رہنے کے خیال کو عملی جامہ پہنائے۔

بچو! تمہارے سپرد تین کام ہیں۔ ایک صحت، دوسرے تعلیم، تیسرے نیکی، یعنی خلق خدا کی خدمت کے لئے تیاری۔

میں ان تینوں باتوں پر علیحدہ علیحدہ لکھوں گا بشرطیکہ صحت نے یوں ہی اجازت دی۔ سب بچوں کو یہ مضمون مشترکہ ہے۔ سب مجھے علیحدہ علیحدہ جواب لکھ کر ایک لفافہ میں ڈال کر بھیج دیں۔

بی بی بلقیس کا اب کیا حال ہے معروف! بتاؤ تم اتنی ہی موٹی تازی ہو نا جتنی ننھیال میں تھیں۔ ضیاء الحق صاحب کے خط کے جواب میں اسے بھی السلام علیکم۔ خوب پڑھو لکھو اور لائق ہو۔ مضبوط جوان بنو۔ اچھے اچھے کام کرو۔ دونوں چھوٹے بچوں کو پیار۔

کیا والدہ صاحبہ کا خط آیا۔ ان کا کیا حال ہے؟ اپنے حلق کا حال لکھو۔ ڈاکٹر نظام الدین صاحب کی خدمت میں میری طرف سے سلام کہو پھر حلق دکھاؤ اور انہیں کہو کہ وہ مجھے خط لکھیں کہ تمہارے حلق کو کب تک آرام آئے گا۔ "جواہرات" کیا ساری بک چکی ہے یہ بھی پتہ دے کہ "آزادی ہند" دوبارہ کتابت ہوئی یا نہیں۔

یہ خط اور دوسرے خط جو لکھوں وہ محفوظ رکھیں ضائع نہ ہوں۔ اور جن جن کے نام خطوط ہیں وہ پہنچا دیں یا ڈاک میں ڈلوا دیں۔

عادل اور ظالم حکمران

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ زمین عراق پر ایک ظالم حاکم حجاج بن یوسف حکومت کرتا تھا۔ اس نے اپنے دورِ حکومت میں کسی بے گناہ آدمی کو قتل کرنے کا حکم دیا۔ وزیر لاکھ چلائے، حضور یہ آدمی بالکل بے قصور ہے۔ اسے رہا کر دیجئے، مگر حجاج بن یوسف نے کسی کی ایک نہ سنی، جب قتل ہونے کا وقت آیا تو بے گناہ آدمی خدا کا شکر ادا کرتا ہوا قتل کی طرف چل پڑا۔

وہ کہتا تھا کہ مجھ پر اللہ کا خاص کرم ہے کہ میں بے قصور ہوں۔ میں نے کسی کے ساتھ ظلم و زیادتی نہیں کی کہتے ہیں چند دنوں بعد وہی آدمی کسی بزرگ کو خواب میں نظر آیا۔ بزرگ نے اس سے اس کا حال دریافت کیا؟ اس نے جواب دیا، حجاج بن یوسف کا ظلم و جبر تو مجھ پر ایک دو لمحہ میں گزر گیا اور میں مصیبت سے چھوٹ گیا مگر میرے قتل کا گناہ تمام عمر اس کی گردن پر باقی رہے گا۔

بچو! ظلم بہت بُری چیز ہے۔ اکثر دیکھنے میں آیا ہے۔ کہ ظلم انفرادی ہو یا اجتماعی حکومت کی طرف سے ہو یا عوام کی طرف سے اس سے ایک عجیب چیز جنم لیتی ہے۔ جس کا نام بغاوت ہے۔ اگر حکومت عوام پر ظلم کرے تو کوئی وقت آتا ہے۔ عوام بغاوت پر آمادہ ہو جاتے ہیں جس کے نتیجے میں خون خرابہ ہوتا ہے۔ کئی خاندان اُجڑ جاتے ہیں کئی عورتیں بیوہ، بچے یتیم ہو جاتے ہیں۔ اگر حکومت عوام پر قابو پالے تو عوام کا ناقابل تلافی نقصان عوام کو اٹھانا پڑتا ہے۔ اگر عوام حکومت کا تختہ دیں۔ تو جابر حکومت کا نام و نشان مٹ جاتا ہے۔ غرضیکہ ہر دو طرف تباہی ہی تباہی ہوتی ہے۔ ان مصائب سے بچنے کا صرف ایک ہی طریقہ ہے۔ وہ یہ ہے کہ حکمران نیک چلن اور حلیم الطبع ہو، جو اپنی رعایا کے دکھ درد میں ہر طرح سے شریک ہو۔

حضرت عمرؓ کی ہی مثال لے لیجئے۔ آپ بہت جلالی خلیفہ گزرے ہیں۔ آپ گرم طبیعت کے مالک تھے۔ اس کے باوجود آپ کی رعایا آپ کے کارناموں اور خدمات کی وجہ سے آپ سے بہت خوش تھی۔ آپ کا کردار ناقابل فراموش ہے۔ آپ اپنے دورِ حکومت میں گھروں کے دروازوں پر دستک دیا کرتے تھے۔ تاکہ کوئی غریب بیچارگی کے عالم میں بھوکا نہ سو جائے۔ کوئی بیمار بے بسی کی صورت میں دم نہ توڑ دے۔ انسان سے ہمدردی کرنا ہی انسانیت ہے خواہ امیر غریب کے ساتھ کرے یا غریب امیر کے ساتھ۔

(سید محمد طلحہ میر)

فکرِ حسینؓ

از مولانا انیس الرحمٰن صاحب لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ

پتہ چلا یہ مجھے ہے قریبِ یومِ ثقیل
کہ ساکنانِ سرِ کوہ شہر میں ہیں نزیل

اسی لئے ہے انہیں نارِ اضطراب تک
خسِ حیوٰۃ میں سوزِ خودی نہیں ہے دخیل

پیے ہوئے ہیں وہ جرعۂ مئے اِلّا
نگہ ہے جن کی ہوا فسردِ لا الٰہ قتیل

شبِ عروس میں تہذیبِ نو پریشاں ہے
کہ پھنک گیا ہے زمانے میں صورِ اسرافیل

غلامِ غیر ہے کافر میں یہ نہیں کہتا
کہ دین تیرا ابھی تک ہے تشنۂ تکمیل

خیال و فکر کی پروازِ بے اثر کی مثال
بہت ہے وسعتِ صحرا میں بے ثمر ہیں نخیل

خدا ہی میرا نگہبان ہو اس مسافت میں
دراز جادۂ منزل ہے زادِ راہ قلیل

بتانِ دیرِ کہن دل لبھا نہیں سکتے
اگرچہ صورتِ ظاہر میں ہیں حسین و جمیل

سرود و شوق میں گر ذوقِ نغمہ کو حاصل
یہی ہے فکرِ حسین اور یہی ہے ذکرِ جلیل

ہمیشہ فاش کیا خود کو ہر زمانے میں
گہے بہ جلوۂ طور و گہے بہ نارِ خلیل

خموش باش رفیقا کہ جملہ دانشمند
حکایتِ غمِ دل را نمے کنند طویل

ٹیلیفون نمبر ۶۶۵۵۵ | ہفت روزہ خدام الدین لاہور | رجسٹرڈ ایل نمبر ۶۰۷۳

بقیہ : حضرت عثمانؓ کون تھے ؟

نے دی۔

۹۰- جو نمازِ تہجد کے لیے پانی خود لے کر وضو فرماتے تھے۔

۹۱- جن کی رات ذکرِ الٰہی میں کٹتی تھی تو دن امورِ خلافت میں۔

۹۲- جو خلافت سے پہلے اور اپنے دورِ خلافت میں غیر معمولی ثروت کی وجہ سے غنی کے نام سے مشہور کر دیے گئے۔

۹۳- جو اچھے لباس کی موجودگی کے باوجود معمولی کپڑے پہننے سے بھی دریغ نہ کرتے تھے۔

۹۴- جنہوں نے بلوائیوں کے حملے کے وقت متعدد مشوروں کے باوجود مدینہ منورہ کو چھوڑنا گوارا نہ کیا۔

۹۵- جو ایام امارت میں بھی روزہ دار تھے۔

۹۶- جنہوں نے مقید ہونے کے باوجود تلاوتِ کلام الٰہی کو نہ چھوڑا۔

۹۷- جنہوں نے بے حد اصرار پر مدینہ منورہ کو خون سے ملوث نہ ہونے دیا۔

۹۸- جن کے دروازے پر پہرہ داری کے لیے حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ مقرر ہوئے۔

۹۹- جنہوں نے محمد ابن ابی بکر کو سیدنا ابی بکر سے اپنے تعلقات جتلا کر قتل کا مرتکب نہ ہونے دیا۔

۱۰۰- جنہوں نے قرآن پڑھتے ہوئے جامِ شہادت نوش فرمایا اور جن کے خونِ شہادت کے سرخ چھینٹے آج تک فسیکفیکھم اللہ پر موجود ہیں۔ (پ ۱ - رکوع آخری)

بقیہ : شہادتِ عثمانؓ

کسی غلام کو نہ جگاتے بلکہ خود ہی پانی لے کر وضو فرما لیتے۔ عرض کیا گیا آپؓ کیوں زحمت فرماتے ہیں، کسی غلام کو جگا لیا کیجیے۔ ارشاد فرمایا، رات کا وقت ان کے لیے بھی آرام کرنے کی خاطر ہے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

بقیہ : اداریہ

ہیں کہ مسائل بڑھ رہے ہیں اور حالات روز بروز ابتر ہوتا رہے ہیں۔ "مضبوط کرسی" کا دعوے دار تو جیل میں ہے لیکن اس کے پروردہ بیوروکریٹ ہمارے نزدیک مسائل کا اصل سبب ہیں۔ ان سے نمٹنا وقت کی ضرورت ہے اور اس کا طریق محض یہ نہیں کہ انکوائری کے بعد کسی کو تبدیل کر دیا جائے یا کسی کو جبری رخصت پر بھیج دیا جائے یا کسی کو ریٹائر کر دیا جائے بلکہ اصل طریقہ یہ ہے کہ اس قسم کے افراد کو عبرت ناک سزا دی جائے۔ خزانہ ملکی کو لوٹنے اور ملّی مفادات کو تباہ کرنے کی پاداش میں ان پر مقدمے چلائے جائیں۔ اور ان سے بیش قیمت جرمانے وصول کئے جائیں جب تک بیوروکریٹ صحیح نہیں ہوتا ملک کا سنبھلنا اور مسائل کا حل ہونا مشکل ہے ؟ کیا ہماری اس تجویز پر سنجیدگی سے غور ہوگا ؟

ہو اگر قوتِ فرعون کی درپردہ مرید
قوم کے حق میں ہے لعنت وہ کلیم اللّٰہی
(اقبالؒ)

سیاستِ افرنگ

تری حریف ہے یا رب سیاستِ افرنگ
مگر ہیں اس کے پجاری فقط امیر و رئیس
بنایا ایک ہی ابلیس آگ سے تو نے
بنائے خاک سے اس نے دو صد ہزار ابلیس
(اقبالؒ)

(مرسلہ : عبدالواحد بیگ ملتان)

مولانا عبیداللہ انور پبلیشر نے پرنٹر خواجہ شوکت علی پریمیئر پرنٹرز میں چھپوا کر شیرانوالہ گیٹ سے شائع کیا